وہ سکندر ہے

عِفت سحر طاہر

وہ سکندر ہے
عفت سحر پاشا
نہیں، کہ کوئی تعلق نہیں رہا اس سے
وہ اب بھی دل میں ہے پر بدگمانیوں کی طرح
اب ان دکھوں سے بھی کرنا پڑے گا پیار مجھے
کہ دے گیا ہے کوئی دکھ نشانیوں کی طرح

"آہاہ... اکیلے اکیلے چائے پی جا رہی ہے۔"
اس کی اچانک تو نجیلی آواز نے رامین کو ڈرا دیا۔ گرم گرم چائے کے چھینٹے اس کے پیروں پر پڑے تو وہ اچھل کر پرے ہٹی۔ ذرا حواس بحال ہوئے تو شرربار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسٹوپڈ... تمہیں ذرا بھی تمیز نہیں۔ ایسے آتے ہیں؟"

"ہاں..." وہ ڈھٹائی سے ہنستا ہوا کیبنٹ کی ماربل ٹاپ پر بیٹھ گیا۔ "اب کیا میں چھت پھاڑ کر وارد ہوتا۔" اس کے مذاق اڑانے پر وہ خاک ہونے لگی۔

"انسانوں کی طرح بھی آیا جا سکتا تھا۔" اس نے اپنے پیروں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں تو انسانوں کی طرح ہی آیا ہوں تمہیں چونکہ ابھی انسانوں میں آئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں' اس لیے تم کو انسانوں کی پہچان نہیں ہے۔" رامین کی طنزیہ بات کا جواب اس نے بڑی برجستگی سے دیا تھا۔ وہ بمشکل اپنا غصہ قابو میں کرتی کچن سے نکلنے لگی مگر وہ اچھل کر سامنے آگیا۔

"آہاں... کہاں جا رہی ہو۔ وہ جو میرے دوست آئے ہیں ان کے لیے چائے کون بنائے گا؟" اس کے یوں اچانک سامنے آجانے پر وہ بدک کر پیچھے ہٹی پھر ناگواری سے بولی۔

"میں تمہاری نوکر نہیں ہوں۔"

"ہاں... یہ تو ہے۔" وہ فوراً مان گیا۔ پھر اسے تسلی دی۔ "مگر میں عنقریب تمہیں نوکر بنا لوں گا۔"

"کیا؟" رامین نے مٹھیاں بھینچ کر دانت پیسے۔

"ہٹو آگے سے۔"

"کبھی نہیں... پہلے چائے بناؤ۔" وہ رعب ڈال رہا تھا۔ وہ سلگ اٹھی۔

"دیکھو سکندر... ابھی میرے منہ مت لگو۔ مجھے پہلے ہی تم پر بہت غصہ ہے۔" رامین نے تنبیہہ کی تو اس نے قہقہہ لگایا پھر بڑی شرارت سے اس کی طرف جھک کر بولا۔

"ویسے میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔ تم چاہو تو میرے منہ لگ سکتی ہو۔"

اس کی بات کی ذومعنویت سمجھ میں آتے ہی رامین کا پارہ ہائی ہونے لگا۔ اس نے طیش میں آکر فرائی پین اٹھایا اور سکندر کے بازو پر رسید کر دیا۔ اس کے دوبارہ اٹھے ہوئے ہاتھ کو تلملا کر سکندر نے سختی سے جکڑا تو فرائی پین چھوٹ کر رامین کے پیروں پر گر گیا۔

"جنگلی انسان' چھوڑو مجھے۔" وہ تکلیف سے چیخی مگر اس پر اثر نہیں ہوا۔

"شرم نہیں آتی یوں بیویوں والے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے۔"

اس کے الفاظ نے رامین کو سر سے پاؤں تک سلگا دیا۔

"بکواس مت کرو سکندر۔" اس کے چلانے پر وہ محظوظ ہو کر ہنسا تھا۔

"بے ہودہ انسان ہاتھ چھوڑو میرا۔ ورنہ میں تائی اماں کو آواز دے رہی ہوں۔" اس نے دھمکایا تو سکندر نے بڑی شرافت سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے دباتی باہر نکلنے لگی مگر اس سے پہلے ہی سکندر نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔

"سکندر..." وہ احتجاجاً چیخی' مگر وہ بڑے اطمینان سے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور اطمینان سے بولا۔

"چائے بناؤ گی تو دروازہ کھلے گا۔"

سکندر کی ڈھٹائی دیکھتے ہوئے اس نے کچن کی جالی دار کھڑکی کے ذریعے تائی اماں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ وہ اس قدر فرصت سے کھڑا تھا جیسے تاقیامت نہ ہٹنے کا ارادہ ہو۔ رامین کی چیخ و پکار پر تائی اماں تو نہیں صبا ضرور آگئی۔

"کیا ہوا ہے۔ کیوں چلا رہی ہو؟" صبا نے پوچھا۔

"مجھے نہیں تمہارے دلارے بھائی کو کچھ ہو گیا ہے۔"

صبا نے استعجاب سے کچن کے بند دروازے کو دیکھا۔

"اس سے کہو کہ شرافت کے ساتھ دروازہ کھول

دے ورنہ آج میں اس کو قتل کر دوں گی۔"

"باہر سے تو دروازہ کھلا ہے۔"

"باہر سے کھلا ہے کیونکہ اندر سے بند ہے اور تمہارا خبیث بھائی دروازے کے آگے جما ہوا ہے آئی کل ہم۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔" صبا سر پر ہاتھ مار کر کراہی تھی۔

"دیکھو اگر یہ چائے بنا دے گی تو شرافت صاحب کو زحمت دیے بغیر میں اکیلا ہی دروازہ کھول دوں گا۔" وہ اونچی آواز میں بولا تو صبا نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔

"میں کبھی نہیں بناؤں گی۔" رامین نے جھنجلا کر پیر پٹخے تھے۔

"پھر تم یہیں رہو گی قید میں' اور صبا تم یوں کرو کہ اب کو بلا کر لاؤ۔" وہ بڑے سکون سے بولا تو رامین غرا اٹھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔۔۔" وہ گنگنایا تو مارے غصے کے رامین کا جی چاہ رہا تھا اس کا ٹکڑے ٹکڑے قیمہ بنا دے۔

"رومی بنا دو چائے' ٹائم ہی کتنا لگتا ہے۔" صبا نے ہمیشہ کی طرح اسے ہی جھک جانے کا مشورہ دیا تھا وہ چیخ کر رہ گئی۔

"ٹائم نہیں لگتا مگر عزت نفس لگتی ہے۔"

"ہائے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔" سکندر کے تمسخرانہ انداز پر رامین نے دل میں ایک بار پھر اس کی بات نہ ماننے کا مصمم ارادہ کیا۔

"مجھے نہیں پتا۔ اپنی لاڈلی بہن سے بنوا لو۔" اس نے ہری جھنڈی دکھائی۔

"ہمیشہ بہن ہی بناتی ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"تو پھر لے آؤ کوئی نوکرانی۔"

"تم جو ہو۔" وہ برجستہ بولا تھا۔ رامین روہانسی ہونے لگی۔

"ٹبل اٹس انف"

"ابھی مان لو رومی۔۔۔ بعد میں بدلہ لے لینا۔" اس کی پر احتجاجی اپیل پر صبا کو ترس آ گیا اس نے بڑی ہمدردی سے مشورہ دیا تھا۔

"تم تو ہو ہی بھائی کی چمچی۔ پچھلے پندرہ منٹ کی بکواس میں تم نے ایک مرتبہ بھی اسے منع نہیں کیا۔ مجھے ہی مشورے دیے جا رہی ہو۔" اس کے تپے ہوئے انداز پر صبا نے آنکھیں موند کر گہری سانس اندر کھینچی۔

"امی اور چچی جان بازار گئی ہیں۔ اب میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں خبردار جو تم نے کوئی آواز نکالی۔"

صبا کے انداز پر وہ ہکا بکا رہ گئی جبکہ سکندر نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ وہ روہانسی ہو گئی۔ ساس پین میں پانی ڈال کر چولہے پر پٹخا اور برنر جلانے لگی۔

♣ ـــــ ✳ ـــــ ♣

وہ کتنی ہی دیر سے ماں کو ادھر سے ادھر ایک پاؤں پر گھومتے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی ماں تھی مگر صرف اسے ہی "میسر" نہیں تھی۔ ورنہ تو ہر کسی کے لیے اس کے پاس بہت ٹائم تھا اور یہ "ہر کسی" تھا بھی کون؟ ایک سنگدل شوہر' ایک بدزبان سیاسی سوکن اور اس کے بیٹی اور بیٹا۔

"میں پراٹھا کھاؤں گی۔"

فاریہ نے بہت سلگ کر ہمیشہ ڈبل روٹی سے ناشتا کرنے والی مہرین کو دیکھا۔ اب جبکہ سارا کام نمٹ چکا تھا تو اس نے نئی فرمائش جڑ دی تھی۔ فاریہ نے دیکھا کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھنے کی نیت سے کھڑی پسینے میں بھیگی اس کی ماں انہی قدموں پر دوبارہ پلٹ گئی۔ اس نے باغی جذبات کو اندر دباتے ہوئے سر جھکا کر گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ پھر ایک نظر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈال کر وہ اٹھی اور کچن میں آ گئی۔

"ناشتا کر لیا تم نے؟" فاریہ پر نگاہ پڑتے ہی ان کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے گہری سانس لے کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے

نفی میں سر ہلایا۔ پھر ان کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی پوچھنے لگی۔

"آپ نے ابو سے بات کی تھی پیسوں کے لیے؟" اپنے سوال کے جواب میں اس نے ماں کے ہاتھوں کو پل بھر کے لیے ٹھٹکتا محسوس کر لیا تھا۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر پراٹھا توے پر ڈالنے لگیں۔

"امی! میں کیا پوچھ رہی ہوں؟" وہ جھنجلائی۔ تو سائرہ نے شرمسار سی نگاہ بیٹی پر ڈالی۔

"دراصل مجھے ٹائم ہی نہیں ملا۔۔۔ اور پھر کل وہ بھی مصروف تھے۔"

"ہاں۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں سر جھٹک کر سیدھی ہوئی۔ "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ان کی یہ مصروفیت فقط آپ ہی کے لیے کیوں ہے؟" اس کے چبھتے ہوئے انداز پر سائرہ نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا ان کی آنکھوں میں دکھ کے سائے اترنے لگے۔ فاریہ ابھی مزید کچھ کہنے لگی تھی مگر ماں کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں میں چمکتی نمی نے اس کی قوت گویائی چھین لی۔ جھنجلاتی ہوئی وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"فاری۔۔۔ میری جان ناشتا تو کر لو۔" وہ ماں تھیں دروازے تک اس کے پیچھے لپکیں مگر وہ بیگ شانے پر ڈالتی، فائل پکڑ کر وین کے ہارن پر باہر نکل گئی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں واپس پلٹ کر پراٹھا الٹنے لگیں۔ ان کے چہرے سے برسوں کی تھکن اور دکھ ہویدا تھا اور آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"آج پھر تم لیٹ آئی ہو۔۔۔ یا ویسے ہی انگلش کی کلاس بنک کر ڈالی؟" رامین کلاس لے کر آتے ہی اس پر برس پڑی۔ درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی فاریہ نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہوں۔۔۔"

اس کی غیر دماغی کیفیت کو رامین نے سرعت سے محسوس کیا تھا۔ وہ فوراً گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے فاری۔۔۔ آر یو آل رائٹ؟" اس کے پر تشویش انداز پر فاریہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"کچھ بھی تو نہیں ہوا۔"

"یعنی اب تم مجھ سے بھی چھپاؤ گی؟" چند لمحے یونہی اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بہت خفگی سے بولی تھی۔ درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر وہ پھیکی ہنسی ہنس دی۔

"تم سے بھلا میں کیا چھپاؤں گی؟"

"تو پھر کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا" رامین نے بغور اسے دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"فاری! اب میں یہ اکنامکس کی بک تمہارے سر پر دے ماروں گی۔"

"بس یار ویسے ہی صبح صبح موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اب خیال آ رہا ہے کہ امی بے چاری پیچھے سے مسلسل آوازیں دے رہی تھیں۔" وہ ملول انداز میں بولی تو رامین نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ تمہیں آنٹی کی کوئی پروا نہیں۔ پہلے پتا نہیں کیا الٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہو بعد میں پچھتانے بیٹھ جاتی ہو۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔"

"تو انہیں جیسے میری بہت پروا ہے۔" وہ تلخ ہونے لگی۔

"بہت سیلفش ہو تم فاریہ ملک۔۔۔" رامین اسے شرم دلانے والے انداز میں لتاڑنے لگی۔ "کیا فرق رہ گیا ہے تم میں اور باقی سب میں؟ وہ سب بھی یہی چاہتے ہیں کہ آنٹی ان کی خدمت میں لگی رہیں، ان کے کاموں کی فکر کریں اور تم بھی بس یہی چاہتی ہو۔ کیا وہ انسان نہیں، ان کا دل نہیں چاہتا ہو گا کہ کوئی ان کی بھی پروا کرے؟ یو آر سو مین فاریہ۔۔۔ وہ سارا دن کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہیں اور بدلے میں انہیں کیا مل رہا ہے۔ فقط جھڑکیاں، طعنے، بے اتفاقی اور بے اعتنائی؟ اور تم کہنے کو تو اکلوتی اولاد ہو ان کی اور وہ بھی بیٹی مگر تم بھی ویسا ہی رویہ اپنائے ہوئے ہو۔ کبھی یہ سوچا ہے کہ ان کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔ کس قدر تنہا

محسوس کرتی ہوں گی وہ خود کو؟" رامین نے حقیقت کو
اس کے سامنے برہنہ کردیا۔ لہجے کی تلخی پر فاریہ کی
آنکھیں جھلملا اٹھیں۔

"میں کیا کروں رامین۔ کیا میں انسان نہیں، میرا
دل نہیں چاہتا کہ میری ماں جتنی توجہ اوروں کو دیتی ہے
اس میں سے ذرا سی توجہ مجھے بھی دے۔ بچپن سے لے
کر اب تک میں ان کے لیے ترستی رہی ہوں۔ کیا میرا
ان پر اتنا بھی حق نہیں کہ وہ ایک پل آرام سے میری
بات ہی سن لیں۔ انہیں کبھی میرا خیال ہی نہیں آیا۔ وہ
ہمیشہ سے بس شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے میں
مصروف رہیں، شوہر بھی وہ جس نے ان پر سوکن لاکر
ہمیشہ کے لیے ان پر ناپسندیدہ ہونے کی مہر ثبت کردی مگر
وہ پھر بھی نہیں سمجھتیں۔ وہ تو بس خاوند کے قدموں
میں دھول، مٹی بن کے بکھر جانا چاہتی ہیں۔ پتا ہے
رامین میرا دل چاہتا ہے کہ میں سب کو شوٹ
کردوں۔" ضبط کی کڑی منزلوں سے گزرتے ہوئے
فاریہ کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔ سدا کی نرم دل
رامین بالکل چپ کر رہ گئی۔

"فاری! تم اپنے ابو سے بات کیوں نہیں کرتیں۔
اپنا حق تسلیم کرواؤ۔"

"تم نہیں جانتیں رامین۔ یہ لفظ کہنے میں جس
قدر آسان ہے نا اگر اسی آسانی سے میرے گھر میں
"حق" کا نام لے لیا جائے تو ایک قیامت مچ جائے گی۔
تم کبھی آنا میرے گھر، وہاں کا ماحول تمہیں ایک پل بھی
وہاں ٹھہرنے نہیں دے گا۔ وہ میرا گھر ہے مگر میں اپنی
مرضی سے ایک کرسی تک ادھر سے ادھر نہیں
کرسکتی۔ اس گھر میں میرا باپ رہتا ہے مگر وہ عورت جو
میری سوتیلی ماں ہے اس کی اجازت کے بغیر میں اپنے
باپ سے بات بھی نہیں کرسکتی۔ تم اندازہ نہیں
کرسکتیں کہ اس عورت کی ذہنیت کس قدر خراب ہے
اس قدر بدزبان اور فضول عورت ہے وہ کہ نہ جانے ابو
نے اس عورت سے نباہ کیسے کرلیا، وہ بھی اپنی پسند
سے اور پھر میرے باپ پر میرا اتنا بھی حق نہیں کہ میں
ان سے کوئی عام سی بات ہی کرسکوں، کجا حقوق۔۔۔؟"

اس کے ایک ایک لفظ سے جھلکتا دکھ رامین اپنے دل
میں محسوس کررہی تھی مگر اس کی زبان الفاظ کا ساتھ
نہیں دے پارہی تھی کہ وہ چند لفظ تسلی ہی کے کہہ
دیتی۔ اس نے فاریہ کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ کا تسلی آمیز
دوستانہ دباؤ ڈالا۔

"آئی ایم سوری فاریہ۔۔۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں
کرنا چاہتی تھی۔" رامین کے چہرے پر ندامت برس
رہی تھی۔

"ارے نہیں۔۔۔" فاریہ نے فوراً خود کو سنبھالا
تھا۔ "اب تو یہ سب عام سی بات لگتی ہے۔"

"لیکن اس کا کوئی تو حل ہونا چاہیے۔" رامین
نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔۔ خدا کبھی نہ کبھی کوئی بہتری کرہی دے
گا۔" اس نے گہری سانس لی۔ پھر فوراً ہی لہجہ بدل کر
پوچھنے لگی۔ "ارے ہاں۔۔۔ تم کل فون پر کچھ کہہ رہی
تھیں۔ کیا غضب کرڈالا تمہارے سکندر بخت نے؟"

"اف۔۔۔ کچھ مت پوچھو یار۔" رامین کو اچانک
گزشتہ روز کا واقعہ یاد آگیا۔

"پھر لڑائی ہوگئی ہے کیا؟" فاریہ مسکرادی۔

"ہاں۔۔۔ اور لڑائی بھی ایسی کہ کبھی اس کا منہ نہیں
دیکھوں گی۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اچھا۔۔۔" فاریہ کو اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔
"تو گھر کس کے ساتھ جاؤ گی؟"

"او، واقعی۔" اسے بھی خیال آیا۔ "خیر وہ تو اس
کی ڈیوٹی ہے۔ اور ویسے بھی وہ موٹر سائیکل پر ہوتا
ہے۔ امکان کم ہی ہے کہ اس کی شکل نظر آئے۔"
"اس نے فاریہ سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

"تم کیوں لڑتی ہو اس کے ساتھ؟" فاریہ نے ہنستے
ہوئے پوچھا۔

"لڑائی۔۔۔؟ میرا بس چلے تو میں۔۔۔ میں۔۔۔" وہ
دانت پیس کر بولنے لگی مگر پھر اسے کوئی مناسب دھمکی
ہی نہیں سوجھی۔

"چلو اب اکنامکس کا پیریڈ تو لو۔ ایک تو پتا نہیں
کس احمق کے کہنے میں آکر میں نے اکنامکس رکھ لی

تھی۔"

فاریہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ مشورہ سکندر بخت کا تھا وہ خود بھی اکنامکس میں ماسٹرز کررہا تھا۔ اس کے خیال میں اکنامکس ذہین لوگوں کا سبجیکٹ ہے اور یہ لوجک رامین کے دل کو لگی تھی اس نے پہلے سال ہی سے اکنامکس رکھ لی تھی۔

"اب چلو بھی۔" اس نے سستی سے بیٹھی فاریہ کو ٹوکا۔ "اور ہاں۔ میری فیس میں سے کچھ پیسے بچے تھے کچھ میں نے فائزہ سے لے کر تمہاری ٹیوشن فیس جمع کروادی ہے۔"

اس کے سرسری انداز پر فاریہ نے تشکر آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا جواباً" رامین نے تیوری چڑھالی۔

"آج لاسٹ ڈیٹ تھی میں جانتی تھی کل تمہیں جھاڑ پڑے گی اور اس میں اتنا احسان مند ہونے کی کوئی بات نہیں، جب تم فیس لاؤ گی وہ میں لے لوں گی۔"

فاریہ نے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے بڑے دل گرفتہ انداز سے بولی۔

"پتا نہیں میں نے کون سی نیکی کی ہے، جو تم جیسی دوست مجھے مل گئی۔"

"کاش اس وقت سکندر یہاں ہوتا۔" رامین نے فوراً" حسرت سے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب یہ کہ وہ خود کو بہت کچھ سمجھتا ہے اسے بھی تو معلوم ہو کہ دنیا میں میرے بھی بہت قدر دان ہیں۔" رامین کے نخریہ انداز پر فاریہ بیساختہ ہنس دی۔ خود رامین نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

چھٹی کے وقت فاریہ اپنی وین دیکھنے گیٹ کی طرف گئی تو وہیں سکندر کو کھڑے دیکھ کر اس نے ہاتھ ہلا کر رامین کو اپنی طرف متوجہ کیا مگر وہ بڑی ڈھٹائی سے ٹانگ پر ٹانگ جمائے سنگی بینچ پر بیٹھی رہی فاریہ بہت تلملاتے ہوئے اس کی طرف آئی تھی۔

"باہر تمہاری سواری اور ڈرائیور دونوں دھوپ میں جل رہے ہیں۔"

"اچھا ہے اسے بھی پتا چلے کہ کسی کو تنگ کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"بدتمیز! اگر وہ چلا گیا تو؟" اس کے انداز میں تشویش تھی۔

"تو پاپا جان سے وہ ڈانٹ پڑواؤں گی کہ یاد کرے گا۔ چلو اٹھو ذرا گیٹ کے سامنے ٹہلتے ہیں جل کر کباب ہوجائے گا۔"

"وہ تو نہیں ہمارے کباب ضرور بن جائیں گے اتنی کڑکتی دھوپ میں۔" فاریہ چڑ کر بولی مگر ساتھ ہی مجبوراً" عزیز از جان دوست کی تقلید میں قدم بڑھانا پڑے۔

وہ دونوں گیٹ تک پہنچیں تو رامین نے باہر درخت سے ٹیک لگائے محو انتظار کھڑے سکندر کو بڑے اطمینان سے دیکھا۔ اب کالج میں وہی لڑکیاں رہ گئی تھیں جن کی بس یا وین لیٹ تھی۔ اس لیے ہجوم نہ ہونے کے باعث سکندر نے اسے یقیناً" دیکھ لیا تھا اسی لیے اس نے رامین کو متوجہ کرنے کے لیے ہاتھ ہلایا۔ جواباً" وہ اپنے منصوبے کے مطابق دوسری طرف مڑ گئی۔ رامین کے توسط سے فاریہ سکندر بخت کی غصیلی طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھی وہ جس قدر شوخ اور شرارتی تھا اسی قدر غصیلا اور اکھڑ بھی تھا۔ فاریہ نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"رامین! بہت برا کررہی ہو..... وہ غصے میں آگیا تو پھر پچھتاؤ گی۔"

"وہ بہت خبیث انسان ہے۔ ہمیشہ ہی مجھے رلاتا ہے آج اسے بھی تو پتا چلے کہ کسی کو تنگ کرنے پر کتنا غصہ آتا ہے۔ جب یوں کھڑا ہوگا تو اسے میری مجبوری کا احساس ہوگا۔" وہ بڑے اطمینان سے پلٹی تو فاریہ نے اس کا اطمینان دیکھ کر بے پروائی سے شانے اچکا دیے..... مگر رامین کا سارا اطمینان تمام تر حواس کے ساتھ اس وقت اڑنچھو ہوگیا جب چوتھے چکر میں واپسی پر اس نے سکندر کو موٹر سائیکل کو کک لگا کر ہوا ہوتے دیکھا۔ وہ منہ اور آنکھیں پھاڑے جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

"وھ۔۔۔ وہ کدھر گیا؟" وہ ہکلائی جبکہ سکندر کی اس قدر غیر متوقع حرکت پر فاریہ نے بے اختیار ہنسنا شروع کر دیا۔

"ہائے ذلیل کمینہ۔۔۔ مجھے یہیں چھوڑ گیا۔"

اس کی شکل فاریہ کو اور ہنسی دلا رہی تھی۔

"اب میں گھر کیسے جاؤں گی؟" اکیلے گھر جانے کے تصور ہی سے اس کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ اوپر سے فاریہ کی ہنسی الگ جل کر رہی تھی۔

"یہ ہوتا ہے انجام اس طرح کے بندے کو تنگ کرنے کا۔"

"خود اتنا ستانے اور رلانے کے بعد بھی مجھ سے کام کروا لیتا ہے۔ میں نے تو بس ذرا سا مذاق کیا تھا۔" وہ پیر پٹختی درخت کی گھنی چھاؤں میں جا کھڑی ہوئی۔ کچھ گرمی اور باقی غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

فاریہ کو اس پر ترس آگیا اس نے فوراً ہی اس کی مصیبت کا حل پیش کر دیا۔

"میرے ساتھ چلی جانا۔ روٹ تو وہی ہے بس تھوڑا سا ہی آگے سے پیدل چلنا پڑے گا۔"

اسے ایک طرف سے تو طمانیت ہوئی مگر سکندر کی اس بدتمیزی پر اس کا خون کھول رہا تھا۔ وہ مسلسل اسے کوس رہی تھی۔

"اچھا اب غصہ چھوڑو وین کا ہارن بج رہا ہے۔"

فاریہ نے بعجلت اسے گیٹ کی طرف دھکیلا تو وہ اسے گھورتی ہوئی بینچ پر سے اپنی فائل اور بیگ اٹھانے لگی۔

وہ وین میں بیٹھ کر بھی پتا نہیں کون کون سے پلانز بنا رہی تھی۔

"تم دیکھنا تو سہی میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔"

فاریہ نے اپنی ہنسی چھپانے کے لیے منہ پھیر لیا۔

اسٹاپ سے گھر تک اسے پیدل چلنا پڑا۔ جولائی کی گرمی نے اسے سر سے پیر تک پسینے میں بھگو دیا۔ گرمی اور غصے نے اسے گویا پاگل کر دیا تھا۔ گھر میں گھستے ہی ٹھنڈک کا احساس رگ جاں میں اتر گیا۔ لاؤنج میں سامنے صوفے پر پیر پسارے بہت ریلیکس آرام سے بیٹھے سکندر پر نظر پڑتے ہی اس کی رنگت مزید آتشی ہونے لگی۔

اس نے فائل اور بیگ صوفے پر پٹخے اور عین پنکھے کے نیچے پڑے فلور کشن پر بیٹھ گئی۔ کچھ تو اپنی بے بسی کا احساس دوسرے سکندر کی بدتمیزی نے اسے رلا دیا۔ اب کی بار مینگو شیک سے لطف اندوز ہوتا سکندر بھی بوکھلایا تھا۔ توقع کے عین مطابق لمحہ بھر ہی میں سب لاؤنج میں جمع تھے۔

"کیا ہو گیا رومی۔۔۔؟" کنزی بھابی نے فوراً پیار سے اسے اپنے حصار میں لیا تو سکندر نے فوراً سنبھل کر بیٹھتے ہوئے دو بڑے بڑے گھونٹ بھر کے شیک ختم کیا۔ اسے علم تھا کہ رامین کی زبان چلنے کے بعد یہ شیک اس پر حرام ہو جائے گا۔

وہ پسینے اور گرمی سے بے حال روتے ہوئے ذرا توقف کے بعد خونخوار نظروں سے سکندر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس سے پوچھیں کہ کیا ہوا ہے۔"

سب کی استفہامیہ نظروں کا رخ اپنی طرف ہوتے دیکھ کر وہ سٹپٹا گیا۔ تائی اماں نے فوراً غصے سے پوچھا تھا۔

"سکندر! کیا کہا ہے تم نے اسے؟"

"امی میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ ابھی آئی اور بیٹھ کر رونے لگی میں نے سوچا شاید ٹیسٹ میں فیل ہو گئی ہے۔" وہ سر نفی میں ہلا کر بڑی معصومیت سے بولا تو اس کی معصومیت بھری چالاکی پر رامین تپ گئی۔

"اتنے معصوم مت بنو۔ تم اول درجے کے بدتمیز ہو۔" اس کے چیخنے پر چچی جان نے اسے گھورا۔

"تمیز سے بات کرو رامین۔" ماں کے سخت انداز نے اسے پھر سے رلا دیا۔

"آپ اسے کچھ مت کہیے گا بس مجھے ہی ڈانٹتی رہتی ہیں۔" اس کے رونے پر تائی اماں نے فوراً سکندر سے جواب طلبی کی۔

"سکندر جلدی بتاؤ کیا معاملہ ہے؟"

اب سکندر کیا بتاتا۔ وہ پہلے ہی رو دھو کر سب کی

ہمدردیاں بٹور چکی تھی اب تو بنا بات کے بھی جھاڑ پڑ سکتی تھی کجا کہ اتنی بڑی بات۔ وہ چپ چاپ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

"دیکھو اگر قصور سکندر کا ہے تو اسے بہت ڈانٹ پڑے گی۔" بھابی نے لاڈ سے کہا۔

"یہ... یہ مجھے کالج سے لے کر ہی نہیں آیا آج۔" وہ پھر سے رو دی تو تائی اماں نے خشمگیں نگاہوں سے سکندر کو دیکھا۔ اس نے فوراً" مسکین سی شکل بنالی۔

"قسم لے لیں امی پورے پچیس منٹ تک اس کا انتظار کیا ہے میں نے اور یہ جان بوجھ کر گیٹ کے سامنے ٹہل ٹہل کر میری جان جلا رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر اور وہاں گرمی میں کھڑا رہتا تو پگھل جاتا....."

وہ بڑی جذباتی ایکٹنگ کرتے ہوئے بھابی سے مخاطب ہوا۔ "اور وہ جو آپ مجھ سے دریافت کر رہی تھیں کہ باہر سے نہا کر آئے ہو تو وہ پسینہ اسی کے انتظار میں بہا تھا۔"

"تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اسے کالج ہی میں چھوڑ آؤ۔" بھابی نے ڈانٹا بھی یوں کہ ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

"دونوں ہی جنگجو گوریلے ہیں کسی ایک کو سمجھانا عبث ہے۔" صبا غیر جانبداری کا شاندار مظاہرہ کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"نہ لڑا کرو دونوں۔ میرا تو دل ابھی تک دھڑک رہا ہے۔" تائی اماں کی بات پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

"میڈیکل پوائنٹ آف ویو سے تو اسے دھڑکنا ہی چاہیے۔ پریشانی تو دوسری صورت میں ہوتی ہے خدانخواستہ۔"

"سکندر! تم بہت بدتمیز ہوتے جا رہے ہو۔"

"سوری امی جی۔"

بس جی یہ تائی اماں کی ڈانٹ تھی۔ کنزیٰ بھابی حسن کے رونے کی آواز پر لپکیں اور تائی اماں نے باورچی خانے کا رخ کیا۔ اب وہ ایزی ہو کر بیٹھا مزے سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ خجل ہونے لگی۔

"چ... چ... چ... اتنا چیخی اتنے آنسو بہائے اتنی انرجی ویسٹ کی مگر کچھ نہیں بنا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم چچا جان کی سوتیلی اولاد ہو یا ہو سکتا ہے کہ کہیں سے ملی ہو انہیں۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ فوراً" اٹھ گئی' اس نامعقول شخص کے سامنے دوبارہ رونا تو اسے منظور ہی نہیں تھا مگر وہ اس کے آنسو دیکھ چکا تھا۔ پھرتی سے اٹھ کر اس کی راہ میں آگیا۔ اس کے انداز میں کوٹ کوٹ کر ہمدردی بھری تھی۔

"اوہو... تمہارے تو آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہاں بھئی کسی نے تمہاری آہ و بکا نہیں سنی مجھے ڈانٹا نہیں۔" اس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"ہٹو سامنے سے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی مگر وہ نہیں ہٹا۔

"اچھا یوں کرو کہ تم مجھے ڈانٹ لو اس طرح سے تمہارا غصہ بھی کم ہو جائے گا۔" وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے ضمیر ملامت کر رہا ہو۔ "بلکہ چاہو تو مار لو' کاٹ بھی سکتی ہو۔ یہ تمہاری اپنی چوائس ہے۔" اپنی طرف سے وہ اوپن آفر کر رہا تھا۔

"دفع ہو جاؤ آگے سے۔" وہ غصے سے چیخی مگر اس پر اثر نہیں ہوا۔

"چ... شرما رہی ہو۔ چلو میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں جو جی چاہے کر لو۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بازو پھیلا کر آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بے ہودہ جملے اور "پرکشش آفر" نے رامین کو جھلسا دیا۔ اس نے گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے جیسے بڑے ضبط سے کام لیا۔ پھر آگے بڑھی اور اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں تک لے گئی پھر اس کی ہتھیلی پر اتنے زور سے دانت جمائے کہ وہ بلبلا اٹھا۔ فوراً" اسے دھکیل کر وہ اپنا ہاتھ جھٹکنے لگا۔ رامین اپنا بیگ اور فائل اٹھا کر بھاگی تھی۔ اپنی دانست میں اس نے سکندر کی بے ہودہ گوئی کا شاندار بدلہ لیا تھا مگر جاتے ہی وہ کمرے کا دروازہ لاک کرنا نہیں بھولی تھی۔ سکندر اب ذرا حواس میں آکر اپنے ہاتھ کا معائنہ کر رہا تھا جس پر رامین کے

دانتوں کے نشان نیلے ہو کر نمایاں ہو رہے تھے۔ الٹے ہاتھ پر خون کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"انجکشن تو لگوانا ہی پڑے گا۔" وہ دھیمی آواز میں بڑبڑایا اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

♣ —— ✷ —— ♣

"آپ ہٹیں آج ناشتا میں بناتی ہوں۔" سائرہ نے استعجاب سے اپنی پل میں تولہ پل میں ماشہ بیٹی کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔ وہ بھی مسکرادیں۔

"نہیں میری جان میں بنالوں گی۔ ایک ہی تو دن ہوتا ہے تمہاری چھٹی کا۔" انہوں نے اسے منع کیا مگر وہ زبردستی انہیں کچن سے باہر دھکیل کر خود ناشتا بنانے لگی۔ وہ پسینے میں بھیگی ناشتا لگا رہی تھی جب عابدہ اور زمان ملک بچوں کے ساتھ ناشتے کے لیے پہنچے۔

"آں۔۔۔" عابدہ ٹھٹکی پھر مسکرا دی۔ "چلو اچھا ہے تم بھی کچھ سیکھ لو۔" فاریہ لب بھینچے کچن کی طرف مڑ گئی تو سائرہ نے سکھ کا سانس لیا۔ انہیں ہمیشہ یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں فاریہ کسی دن پھٹ ہی نہ پڑے۔ ان کے آگے تو وہ خوب بولتی تھی، عابدہ کی ناانصافیوں اور زمان ملک کی لاتعلقی پر۔

"آپ انہیں اپنا احساس ہی نہیں دلاتیں ورنہ کسی عابدہ کی کیا مجال تھی کہ یوں آپ کی زندگی برباد کرتی۔" وہ اکثر جھنجلا کر انہی کو موردِ الزام ٹھہراتی تھی۔

ابھی فاریہ خدا خدا کرکے کرسی پر بیٹھی ہی تھی کہ مہرین بچوں کی طرح ٹھنکی۔

"میں پراٹھے کے ساتھ فرائی انڈا کھاؤں گی۔"

فاریہ نے اسے گھورا۔ وہ بارہویں میں تھی مگر پوز یوں کرتی تھی جیسے بالکل بچی ہو حالانکہ اس کے "بھولپن" سے فاریہ اچھی طرح واقف تھی۔

"ابھی تو تم آملیٹ کے لیے کہہ رہی تھیں۔" فاریہ کو غصہ آرہا تھا۔ مہرین منہ بسور کر ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"امی میرا دل نہیں کر رہا اب۔"

"چلو فاریہ بہن کو ناشتا بنا کر دو۔" عابدہ بڑے تحکمانہ انداز میں بولی تھی۔

"میرا ابھی دل نہیں کر رہا۔" فاریہ کو سخت ذلت محسوس ہوئی وہ پہلی بار تلخی سے بولی تھی۔ عابدہ نے پہلے تو ذرا حیرانگی سے اسے دیکھا پھر اخبار چہرے کے آگے پھیلائے زمان ملک کو مخاطب کیا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ اس کی زبان درازی۔"

"ہوں۔۔۔ کیا ہوا ہے؟" زمان ملک کو بھی ذرا ہلچل کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے اخبار نیچے رکھ کر عینک اتاری اور اپنے مخصوص کرخت لہجے میں پوچھا۔ سائرہ کے چہرے کی رنگت بدلی تھی۔ وہ فوراً اٹھی تھیں۔

"مم۔۔۔ میں بنا کر لاتی ہوں۔"

فاریہ نے سوچا اب اوکھلی میں سر دے ہی دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا۔ اس نے بڑی ہمت کرکے ماں کے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں روک دیا۔

"پہلے ہی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی لیے میں نے آج ناشتا بنایا ہے۔"

عابدہ تو بس تلملا کر رہ گئی۔

"دیکھ لیں اب آپ۔۔۔ ذرا سا کام کیا کہہ دیا تو یوں صاف جواب دے رہی ہے۔ بچی نے ذرا سا ناشتے کے لیے کہہ دیا اور انہیں اپنی بیماریاں یاد آگئیں۔" زمان ملک کو پوری بات سمجھ میں آگئی ہو یا نہیں مگر فاریہ کی بات تھی اس لیے انہیں فوراً غصہ آگیا۔ انہوں نے خشمگیں نگاہوں سے فاریہ کو دیکھا تھا۔

"کیوں۔۔۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

وہ ذلت کے احساس میں گھری سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"اٹھو، جاؤ اور جو یہ کہہ رہی ہے کرو۔۔۔ اور آئندہ میں تمہاری ہٹ دھرمی نہ دیکھوں۔۔۔ بالکل ماں پر گئی ہے۔" الفاظ تھے یا پتھر اس کے دل میں پیوست ہوئے جا رہے تھے۔ وہ ان کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔

کہنے کو تو یہ اس کا سگا باپ تھا مگر فاریہ کو کبھی بھی

اس سے انسیت محسوس نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس شخص نے کبھی انسیت پیدا کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی فاریہ نے یہی ماحول دیکھا تھا مگر پھر بھی اس کا ذہن ابھی تک اس ماحول کو قبول نہیں کرپایا تھا۔ وہ کھولتے ہوئے ذہن کے ساتھ فرائی پین میں گھی ڈالنے لگی۔

وہ بہت آزردہ سی ٹیرس کی سیڑھیوں پر بیٹھی برسات کی بوندا باندی پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ زرد کاٹن کے سوٹ میں اس کا سراپا عجیب بہار دے رہا تھا۔

وہ چند لمحوں تک اس کا خود سے بے پروا سراپا دیکھتا رہا۔ پھر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس اچانک آمد پر وہ اچھل پڑی اور بے حد خوفزدگی سے اس نے گردن گھمائی۔ سامنے اجلال کو دیکھ کر اس کے حلق سے طویل سانس برآمد ہوئی۔

اجلال کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

اسے چونکہ اجلال کی اس حرکت پر غصہ آیا تھا اس لیے وہ غیر ارادی طور پر لہجے کے تیکھے پن کو چھپا نہیں پائی۔

"کیوں۔۔۔ اب یہاں بیٹھنے کے لیے بھی کسی سے پرمیشن لینا پڑے گی؟"

اس کے انداز پر اجلال لب بھینچ کر چھت پر برستی بوندوں کو دیکھنے لگا۔۔۔۔

"اس کی اچانک خاموشی پر فاریہ کو اپنے لہجے کی تندہی کا احساس ہوا تو وہ فوراً شرمسار سی ہوگئی۔ غصے کا جو دورہ پڑنے والا تھا وہ ختم ہوگیا۔

"آئی ایم ساری۔۔۔"

اس کے دھیمے سے لہجے پر اجلال نے ذرا سا چہرہ موڑ کر دیکھا وہ انگلیوں میں انگلیاں پھنسائے خجل سی بیٹھی تھی۔ سرخ ہونٹوں کو دانتوں تلے کچلتی ہوئے اجلال کے دل میں ٹھنڈک بن کے اترتی چلی گئی۔

"اٹس اوکے۔۔۔" وہ اسے خجالت سے نکالنے کے لیے پرسکون انداز میں بولا تو وہ مزید شرمسار ہونے لگی۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ اس نے کبھی فاریہ سے سختی سے بات نہیں کی تھی۔ اس کی ہر ناگوار بات کو بھی وہ نظرانداز کردیتا تھا اور ہر بار اجلال کی طبیعت کی یہ نرمی فاریہ کے اندر بے چینی و اضطراب کو بڑھا دیتی تھی۔

اس نے گھنی پلکیں اٹھا کر بے چینی سے اسے دیکھا۔ کچھ کہنے کو لب وا کیے مگر پھر فوراً ہی اٹھ کر ٹیرس پر چلی گئی۔ اجلال نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ ٹیرس کی دیوار پر کہنیاں ٹکائے لان میں جھانک رہی تھی۔ بارش تیزی سے اسے بھگو رہی تھی مگر وہ بے پروا سی کھڑی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا اور بالکل اسی کے انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"فاری! کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ بے حد اپنائیت سے پوچھ رہا تھا۔

ڈھیر ساری ٹینشن کے بعد اس لہجے اور آواز کی نرمی ٹھنڈک بن کر فاریہ کی روح تک میں اتر جاتی تھی مگر رشتوں پر اسے ایسے بے اعتباری تھی کہ نا چاہتے ہوئے وہ اس سے تلخ ہوجاتی تھی۔ بلکہ فاریہ کا تو بس ہی اسی پر چلتا تھا کیونکہ وہ اس کی ہر بات برداشت کرلیتا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔" وہ بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سرسری انداز میں بولی تھی۔

"اب مجھ سے بھی جھوٹ بولو گی؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اتنے یقین سے بولا کہ وہ گڑبڑا گئی۔

"بس ایسے ہی طبیعت کچھ بوجھل سی ہو رہی تھی۔"

اجلال ایک ٹک تب تک اسے دیکھے گیا جب تک کہ وہ خجل سی ہو کر دوسری طرف نہیں دیکھنے لگی۔

"کیوں بوجھل ہو رہی ہے طبیعت؟" وہ بڑے استحقاق سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا یہ انداز فاریہ کو اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اس کا جی چاہا وہ ساری عمر اس کے لیے یونہی پریشان ہوتا رہے۔

"کہا نا۔۔۔ بس یونہی۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"بس یونہی۔" اجلال کے لبوں سے گہری سانس نکلی تھی۔ پھر چند لمحوں تک ان کے درمیان خاموشی کی

چادر تنی رہی۔ پھر اجلال کی دھیمی سی آواز نے اس خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

"فاریہ۔۔۔"

"ہوں۔۔۔" وہ سرو کے پودے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"میں۔۔۔ تمہارے لیے کیا حیثیت رکھتا ہوں؟"

فاریہ نے اس کے بے حد سنجیدہ سے سوال پر بہت حیرت سے اجلال کو دیکھا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں منتشر کرنے والا یہ شخص جو اسے زنداں میں رہائی کی نوید لگتا تھا پتا نہیں خود کیوں نہیں سمجھ جاتا تھا۔ پتا نہیں وہ اس سے اعتراف کیوں چاہتا تھا۔ حالانکہ وہ اسے جاننے کا دعویٰ اکثر کیا کرتا تھا اور فاریہ ملک جانتی تھی کہ وہ ساری عمر یہ اعتراف نہیں کر سکتی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے جان بوجھ کر نا سمجھی کا مظاہرہ کیا۔ تو وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ پھر سلگ کر بولا۔

"تم بھولی مت بنو فاریہ۔"

وہ بمشکل مسکرائی اور پھر اسے بہلانے والے انداز میں بولی۔

"تم میرے کزن ہو۔ میری پیاری سی خالہ کے بیٹے ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرے اچھے دوست ہو۔"

اجلال نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔

"اور۔۔۔؟"

فاریہ تھم سی گئی اور بہت آہستگی سے بولی۔

"اور کیا رہ جاتا ہے باقی۔۔۔ سب کچھ تو ہو تم۔۔۔"

وہ بے اختیار بے سوچے سمجھے بولی پھر یکلخت بوکھلا کر اسے دیکھنے لگی۔ اجلال کا چہرہ بے ساختہ مسکراہٹ کی گرفت میں آگیا۔ اس نے بہت مسکراتی نظروں سے دیکھا۔ فاریہ کے خوبصورت نقوش بارش سے بھیگ رہے تھے۔ پانی کے قطرے اس کے رخساروں اس کے ہونٹوں پر ٹھہرے گئے تھے جبس زدہ فضا میں بارش کی پھوار ایک بہت عجیب سا طلسم پیدا کر رہی تھی۔

یہ تو اس کا بے ساختہ اقرار اور کچھ یاد من کی قربت کا اثر تھا۔ اجلال نے بہت بے خودی میں انگشت شہادت سے اس کے ہونٹوں پر ٹھہرے پانی کے قطرے کو چھوا تو وہ جیسے ہڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔ فوراً اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹی۔ اس کے غیر ارادی اور غیر متوقع لمس پر اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ اجلال نے گہری سانس باہر نکالتے ہوئے جیسے اندر کے غبار کو کم کرنے کی کوشش کی اور پھر وہ اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کب تک یونہی بھاگتی رہو گی مجھ سے فاریہ؟"

اس کے بہت بوجھل سے لہجے پر فاریہ کو اپنے دل کی دھڑکن گویا کانوں میں سنائی دینے لگی۔

"اجلال۔۔۔ پلیز۔۔۔" وہ بڑی بے بسی سے بولی تو وہ یکلخت بھڑک اٹھا۔

"کیوں بچتی ہو یوں مجھ سے، میری محبت سے اور اس حقیقت سے کہ میں تمہارے لیے سب کچھ ہوں۔" اس نے ایک دم سے فاریہ کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لے لیا تو وہ بے حد سراسیمگی کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔

"پاگل ہوگئے ہو تم؟" اس نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"ہاں بس یہی سمجھ لو۔ میں تم سے اقرار چاہتا تھا۔ وہ میں نے سن لیا ہے۔ اب میں فقط امی کو بھیجوں گا خالہ سے بات کرنے کے لیے۔" وہ بے حد سکون سے بولا تو فاریہ نے احتجاج کرنا چاہا۔

"اجلال تم۔۔۔"

"آہاں۔۔۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اجلال نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا تھا۔ "پہلے ہی تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے اتنے دن گنوائے ہیں میں نے۔" وہ بڑی شوخی سے بولا تھا۔

وہ اس پر غصہ کرنا چاہتی تھی۔ بے دردی سے ہمیشہ کی طرح اسے رد کرنا چاہتی تھی مگر اس ایک پل نے اسے یوں اپنے حصار میں لیا تھا کہ وہ کچھ کہہ نہیں پائی، کچھ کر نہیں پائی۔ اجلال نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹایا تھا۔ فاریہ کے چہرے پر

سرخی پھیلنے لگی۔

"واہ جی واہ۔۔۔ یہاں تو بڑے فلمی سین ہو رہے ہیں۔" آواز تھی کہ کوئی ایٹم بم پھٹا تھا۔ فاریہ نے ہراساں ہو کر سیڑھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اجلال کے ہاتھوں میں جکڑا اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس نے خائف ہو کر اجلال کو دیکھا۔ وہ بے حد سنجیدگی سے عابدہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے تاثرات دیکھ کر فاریہ کا دل ڈوبنے لگا۔

* * *

سکندر نے بچپن سے لے کر اب تک اسے اتنا تنگ کیا تھا کہ وہ اسے اس زمین پر اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگی تھی۔ نہ تو وہ اس کے بغیر رہ سکتا تھا جس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ اگر اپنے ننھیال یعنی کوئٹہ بھی چلی جاتی تو تیسرے روز وہ انہیں لینے پہنچ جاتا تھا اور نہ ہی اس کے ساتھ رہ سکتا تھا جس کا پکا ثبوت اس کی بدتمیزیاں تھیں۔ رات کھانے کی میز پر بھی وہ اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر اس نے لفٹ نہیں دی سب ٹی وی کے آگے بیٹھے تو وہ پڑھائی کا بہانہ کر کے کمرے میں آگئی اور پھر سو گئی۔ فجر کی نماز کے بعد وہ ٹہلنے کی غرض سے لان میں چلی آئی بارش کی وجہ سے موسم خاصا اچھا ہو رہا تھا۔ اخبار والا اخبار پھینک کر گیا تو وہ لے کر سنگی بینچ پر آبیٹھی۔ تبھی ایم اے فائنل کے رزلٹ پر نظر پڑتے ہی اس کی تمام تر حسیات چوکنا ہو گئیں۔ اس نے شور مچانے کی بے ساختہ خواہش کو دل میں دباتے ہوئے سکندر کا رول نمبر یاد کرنے کی کوشش کی جو شاید اسی مقصد کے لیے کبھی اس نے حاصل کیا تھا۔ جھک کر جلدی سے وہ لسٹ چیک کرنے لگی۔ ایک بار، دو بار، تین بار۔۔۔ مگر رول نمبر غائب تھا۔

"چچ۔۔۔ چچ۔۔۔ چچ" اس نے مسرت کی لہر کو دل میں دباتے ہوئے بڑی ہمدردی اور تاسف سے سر ہلایا۔ "بے چارہ" وہ اخبار لپیٹ لپاٹ کر سرپٹ بھاگی تھی۔

"الٰہی خیر۔۔۔" اس کی طوفانی رفتار پر چچی جان دہل گئی تھیں۔ "کیا ہو گیا؟"

"کک۔۔۔ کچھ نہیں۔" وہ گڑبڑا کر اخبار ٹیبل پر رکھنے لگی پھر ماں کے ادھر ادھر ہوتے ہی وہ پھر سے دوڑی تھی۔ سکندر کے کمرے تک پہنچتے تک اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں وہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو مارے حیرت کے ذرا ٹھٹک جانا پڑا۔ توقع کے خلاف وہ بستر کی بجائے آئینے کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا۔

"ہائی بیوٹی فل۔" اسے دیکھ کر وہ چہکا تھا مگر اس وقت وہ بہت سرخوشی میں تھی سو نظرانداز کر گئی۔

"تم اتنی جلدی کیسے اٹھ گئے؟" وہ بڑے دوستانہ اور بے تکلفانہ موڈ میں آگے بڑھی اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"رزلٹ آ رہا ہے آج۔۔۔" وہ تفاخر سے بولتے ہوئے پرفیوم انڈیلنے لگا۔

"چچ۔۔۔ چچ۔۔۔ یعنی تمہاری یہ تیاری تو بے کار گئی۔ یہ جینز یہ قیمتی شرٹ۔۔۔" وہ بڑے تاسف سے اسے سراپا دیکھتے ہوئے بولی تو وہ اس کے انداز پر ٹھٹکا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ تمہارا رزلٹ آچکا ہے۔" اس نے گویا دھماکا کیا۔ پھر بڑے افسردہ انداز میں اسے بتایا۔ "تمہارا رول نمبر کہیں بھی نہیں میں نے ساری لسٹیں چھان ماری ہیں۔"

"ڈونٹ ٹیل می۔۔۔" وہ شاک کی کیفیت میں آگیا۔ "تمہیں میرا رول نمبر کہاں یاد ہے۔" اسے گویا بے یقینی تھی۔ رامین نے اس کی اس کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے بڑی روانی سے اس کا رول نمبر دہرایا تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کیا ہو گیا۔۔۔ اتنے برے پیپرز تو نہیں ہوئے تھے۔"

"رزلٹ سے پتا چل رہا ہے کہ اتنے اچھے بھی نہیں ہوئے تھے۔" وہ طنزیہ لہجے میں کہتی اس کی پرفیومز چیک کرنے لگی

"تم نے۔۔۔ کسی کو بتایا تو نہیں؟" اس نے سر اٹھا کر بڑے دکھی سے انداز میں پوچھا تو وہ بمشکل سنجیدہ تاثرات سجائے اس کی طرف پلٹی اور نفی میں سر ہلایا۔ پھر طنزاً" بولی۔

"میں تمہاری طرح بدتمیز نہیں ہوں۔ کہ فوراً" بدلے لینے لگوں۔۔۔ لیکن خاموش رہنے کی بھی قیمت ہوگی۔" اس نے فوراً" شرط بھی رکھی تھی۔ وہ تھوڑی دیر پرسوچ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"کیسی شرط۔۔۔؟"

"یہی کہ تم کبھی مجھے تنگ نہیں کرو گے۔ میری ہر بات مانو گے اور روزانہ شام کو آئسکریم کھلانے لے جاؤ گے۔" اس نے فوراً" اپنی معصوم سی فرمائشیں دھر دیں۔

"اف۔۔۔ کتنی تنگ ہے یہ لڑکی مجھ سے۔" سکندر نے بے ساختہ سوچا تھا۔ "پرامس۔۔۔" وہ فوراً" مان گیا کیونکہ شرطیں اتنی خاص تو تھیں نہیں کہ سوچ بچار سے کام لیا جاتا۔

"لیکن گھر والوں سے کیسے چھپاؤ گے؟" وہ اس کے سامنے کرسی پر ٹکتے ہوئے ذرا دھیان سے بولی۔

"نہیں میں ہینڈل کرلوں گا۔" وہ کسی اور ہی خیال میں تھا چونکا۔

"اب ذرا دھیان رکھنا۔ جونہی مجھ سے بدتمیزی کرو گے میں سب کو بتادوں گی۔" رامین نے اسے دھمکایا تھا۔

"رامین! تم کتنی اچھی ہو۔" اس نے بہت احسان مندانہ انداز میں کہتے ہوئے بڑی عقیدت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ وہ دل ہی دل میں سکندر کی بے چارگی سے محظوظ ہو رہی تھی۔ آج سے پہلے وہ اسے ایسے حالات سے دوچار کرتا آیا تھا مگر اب خود بے بسی کے حصار میں گھرا رامین کو طمانیت پہنچا رہا تھا۔

"میں نے تمہیں بہت تنگ کیا ہے مگر آج تمہارے رویے نے مجھ جیسے خود غرض انسان کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ مگر آج میں پرامس کرتا ہوں کہ تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ تم جیسی ذہین اور عقلمند لڑکی کی تمام تر اچھائی آج میرے سامنے آئی ہے۔ آئی ایڈمائر یو۔" وہ بڑے جذباتی انداز میں کہہ رہا تھا۔ فخر سے رامین کی گردن اکڑنے لگی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھپکا تھا اور بڑی بے نیازی سے بولی۔

"ظاہر ہے مشکل وقت میں میں ہی تمہارے کام آؤں گی۔"

"تھینک یو رامین۔۔۔ تھینک یو وری مچ۔" اس نے تشکر آمیز لہجے میں کہتے ہوئے رامین کا ہاتھ چوم لیا۔ اس نے بوکھلا کر ہاتھ کھینچا تھا۔ سکندر کے چہرے پر سادگی تھی۔

"یو آر ریئلی اے فرینڈ۔" وہ دانت پیستی دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی تمتماتا چہرہ لیے جذبہ ہمدردی پر لعنت بھیجتی کمرے سے نکل آئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا تھا۔

ناشتے کی ٹیبل پر سب موجود تھے۔ رامین بے ساختہ ٹھٹکی۔ اخبار تایا جان کے ہاتھ میں تھا۔

"چیپ۔۔۔ مارا گیا سکندر۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر آگے بڑھی تھی سکندر اس کے پیچھے تھا۔

"مبارک ہو برخوردار۔"

"تایا جان! کتنے میٹھے انداز میں طنز کرتے ہیں۔" تایا جان کی آواز کان میں پڑتے ہی رامین نے چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے سوچا تھا۔

مگر اس وقت رامین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب اس نے چچا جان کو اٹھ کر بڑی گرمجوشی سے سکندر کو گلے لگاتے دیکھا۔

"ابو تو تایا جان سے بھی بڑھ گئے ہیں۔" اسے سکندر کا متوقع حشر سوچ کر افسوس ہونے لگا۔

"دل خوش کردیا تم نے۔" چچا جان نے اس کا شانہ تھپکا ان کے لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی وہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"میں نے تو پہلے ہی آپ کو بتادیا تھا کہ اس دفعہ پہلی پوزیشن اپنی ہے۔" وہ بڑے اعتماد سے ہنستا ہوا

رامین کے عین سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تھا۔
"بہت بہت مبارک ہو بھائی۔" صبا نے آتے ہی سکندر کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔
"تھینک یو۔" سکندر نے بہت پیار سے لاڈلی بہن کا ہاتھ چوما تھا۔
رامین سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ سارا معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے فقط لسٹ چیک کی تھی۔ جبکہ سکندر کا رول نمبر نام سمیت پوزیشن ہولڈرز میں لکھا تھا۔ جس کو چیک کرنے کی رامین نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ یعنی کمرے والا واقعہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ اس کا دماغ سنسنا اٹھا تھا۔ جی چاہا کہ گرم گرم چائے اس کے ہنستے ہوئے چہرے پر پھینک دے۔ بھابی اور صبا اس سے ٹریٹ مانگ رہی تھیں۔
"تم بھی تو مبارک باد دو سکندر کو۔" بھابی نے گم صم پلیٹ پر نظریں جمائے بیٹھی رامین کو ٹوکا تھا۔ وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر سکندر کو دیکھنے لگی جواباً اس سے نظر ملتے ہی سکندر دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھے بڑی فرمانبرداری سے اسے دیکھنے لگا۔ اسے غصہ تو پہلے ہی آ رہا تھا اب مارے طیش کے رونا بھی آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ آنسو اس کی ہنسی اور تضحیک کا باعث بنتے" وہ اٹھی اور سرخ چہرہ لیے ہٹ ہٹ کرتی یہ جا وہ جا۔
"یہ... یہ کیا؟" تائی اماں اچنبھے سے پوچھنے لگیں۔
"جیلسی ہے اور کیا۔" وہ بڑی بے پروائی سے بولا تھا۔
"بھئی ہفتے کو گرینڈ فنکشن ہوگا۔ آپ سب کو جس جس کو انوائیٹ کرنا ہو اوپن آفر ہے۔" عادل بھائی نے چھوٹے بھائی کی خوشی کو مزید بڑھایا تھا وہ اٹھ کر ان سے لپٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک سب فنکشن کے متعلق ڈسکشن کرتے رہے اس کے بعد سکندر باہر نکل گیا اور عادل بھائی نے چچا جان اور تایا جان کے ساتھ فیکٹری کا رخ کیا اس نے دوپہر میں فاریہ کو فون کر کے ساری بات بتائی تھی۔ مگر ہاتھ والا واقعہ سنسر کر کے۔
"بہت بہت مبارک دینا سکندر بھائی کو۔" وہ چہکتے لہجے میں بولی تھی۔
"اسے مبارک دیتی ہے میری جوتی۔" وہ سلگ کر بولی تو لامحالہ فاریہ ہنس دی۔
"پھر سے کوئی جھگڑا ہوا ہے؟"
"جھگڑا' بلکہ کمینگی کہو۔" وہ بڑی جذباتی ہوگئی اور ساتھ ہی اسے پوری بات بتادی۔ فاریہ کی ہنسی بیساختہ تھی۔
"ہنسو مت فاری ورنہ میں فون بند کردوں گی۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے خفگی کا اظہار کیا تو فاریہ کو سیریس ہونا پڑا۔
"اور تم کالج کیوں نہیں آئیں دو دن؟" رامین کو یاد آگیا تھا۔
"اجلال آیا تھا۔" وہ ذرا توقف کے بعد بولی تو اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ رامین کو فوراً" کسی سیریس معاملے کا احساس ہوا۔
"اچھا' پھر؟" وہ توجہ سے سننے لگی فاریہ نے ساری بات اسے بتائی۔
"کیا تمہاری سوتیلی ماں نے دیکھ لیا؟" رامین بیساختہ اونچی آواز میں بول گئی۔ "انہوں نے ابو سے پتا نہیں کیا کہا۔ آدھے گھنٹے تک اجلال ان کے کمرے میں ہی رہا۔ پھر اس کے جانے کے بعد انہوں نے مجھے بلایا۔" اس نے گلوگیر لہجے میں بتایا۔ پھر رک کر گہری سانس لے کر جیسے خود کو سنبھالا۔ رامین ششدر سی سن رہی تھی۔
"پھر..." اس نے بیساختہ دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔
"پھر یہ کہ... انہوں نے صرف ہاتھ ہی نہیں اٹھایا مجھ پر باقی ایسی ایسی باتیں کیں کہ مجھے ان کی بیٹی ہونے پر شرم آنے لگی ہے اور یہ سب کیا دھرا اس عورت کا ہے۔ میں تو یہ سوچ کر ہی ابو کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں پا رہی تھی کہ جانے اس نے ابو سے کیا کہا ہو۔

"چپ۔ فاریہ تمہیں ابو سے وضاحت کرنا چاہیے تھی۔ یوں تو تم نے خود کو مشکوک بنالیا۔" رامین نے اسے سمجھایا تھا۔

"تنگ۔" وہ استہزا سے بولی۔ "ایک یہی شے تو وافر مقدار میں میرے باپ کے پاس موجود ہے۔"

"اور اجلال بھائی کا کوئی اتہ پتہ چلایا نہیں؟" رامین نے اس کا دھیان بٹانے کو پوچھا۔ تو اس نے گہری سانس لی۔

"نہیں۔"

"یقیناً تمہارے ابو نے انہیں آنے سے منع کردیا ہوگا۔" رامین تاسف سے بولی۔

"رامین اس روز میں ہار گئی اجلال کے سامنے۔" وہ بہت دھیمی سی آواز میں بولی اس کے لہجے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔ رامین بے چین ہونے لگی۔

"فاریہ پلیز، ٹیک اٹ ایزی۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"نہیں رامین، وہ عورت کبھی میرا بھلا نہیں چاہ سکتی۔"

"تم نے آنٹی کو بتایا ہے سب کچھ، انہوں نے کیا کہا؟" رامین نے اس کی امی کے متعلق پوچھا تو وہ افسردگی سے بولی۔

"وہ کیا کرسکتی ہیں۔ وہ تو اپنا مقدمہ نہیں لڑسکیں میرے حق میں کیا آواز اٹھائیں گی۔"

اس کے لہجے کی آزردگی کو رامین نے بہت اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ کافی دیر وہ اس کا دل بہلانے کے لیے یونہی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی۔

"کل کالج ضرور آنا، پہلے ہی دو چھٹیاں ہوگئی ہیں۔ تمہاری وجہ سے آج میں بھی نہیں گئی۔" رامین نے فون رکھنے سے پہلے اسے یاددہانی کرائی تھی۔ کھانے کی میز پر بھی بہت چہک رہے تھے۔ سوائے رامین کے۔ فاریہ کی پریشانی نے ہمیشہ کی طرح اسے آزردہ کردیا تھا۔ اس کے دل و دماغ بوجھل ہو رہے تھے۔

"بھائی اب ہمیں تو ٹریٹ دے دو۔" صبا کو زیادہ ہی جلدی تھی۔

"صبح سے باہر ہی کام کررہا تھا۔ اتنے خبیث دوست ہیں میرے کہ جیب میں انہوں نے چونی تک نہیں چھوڑی اب تو یہ کرو کہ چندہ کرکے آپس میں مل بانٹ کر کچھ کھالو۔" اس نے ہری جھنڈی دکھائی تھی۔

"یہ خوب رہی۔ باہر جیبیں خالی کر آئے اور جنہوں نے اتنی دعائیں مانگیں انہیں صرف مٹھائی پر ٹرخادیا۔" بھابی خفگی سے بولیں۔

"ارے آپ نے کیا کیا ہے اصل کام تو اپنی رامین کا ہے۔" وہ زور سے بولا تو پرسوچ انداز میں چاولوں کو چمچ سے پلیٹ میں ادھر ادھر کرتی رامین چونک کر اسے گھورنے لگی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"یہ پوچھو کہ تم نے کیا نہیں کیا؟ میں بے خبر نیند کی گہری وادیوں میں سو رہا تھا۔ تم نے اخبار میں میرا رزلٹ دیکھ کر مجھے غفلت کے اندھیروں سے جگایا ورنہ تو مجھے پتا ہی نہ چلتا کہ میں گولڈ میڈلسٹ ہوگیا ہوں۔" وہ بڑی عقیدت کا مظاہرہ کررہا تھا مگر اس کی خباثت کو وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اس کی تقریر پر سب ہنس رہے تھے جو اصل معاملہ سمجھتی تھی وہ سرخ چہرہ لیے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"فنکشن میں چار دن رہ گئے ہیں سب کو انوی ٹیشن بھجوادیے گئے ہیں یا نہیں؟" چچا جان نے بھائی سے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔

"فائدہ تو تب ہے جب روی کی فرینڈز بھی آئیں۔" سکندر شرارت سے بولا تو رامین جو کب سے ضبط کررہی تھی غرائی تھی۔

"تمہیں کیا میں بلاؤں یا نہ بلاؤں؟"

"وہ اس کے موڈ سے بہت محظوظ ہوا۔ پھر ذرا آگے جھک کر بڑی رازداری سے بولا۔

"بھئی اب سمجھا کرونا۔ گولڈ میڈلسٹ ہوگیا ہوں۔ امی اتنی اجازت تو دیں گی ناں کہ اسی فنکشن میں سے کوئی لڑکی پسند کرلوں۔"

"ہنہ۔" وہ کلس کر بولی۔ "نہ شکل نہ صورت اور بھیچھڑوں کے خواب۔"

"یعنی جن کی شکل و صورت اچھی ہو وہی بھیجھڑوں کے خواب دیکھ سکتے ہیں۔ تم تو خاصی "سوہنی" ہو۔" اس نے بڑے سکون سے رامین کو سلگایا تھا۔ صبا' بھابی اور عادل بھائی کی ہنسی نے اسے اور مشتعل کر دیا۔

"ان میں سے کوئی بھی تمہیں پسند نہیں کرنے والی۔ ہو کیا تم؟" اس نے غصیلے لہجے میں کہا' انداز تمسخرانہ تھا۔ وہ اثر لیے بغیر صبا وغیرہ کو اشارہ کر کے ٹیبل بجانے لگا۔

"یہاں کے ہم سکندر' چاہیں تو رکھ لیں سب کو اپنی جیب کے اندر۔"

"ارے ہم سے نہ ٹکرانا میری جان' ہم تو ہیں شہزادے گلفام۔"

اس کی برجستگی سب کو ہنسانے اور رامین کو تپانے کا باعث بنی تھی۔ وہ چیخ کر رہ گئی۔

"میں صرف تایا جان کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتی ورنہ تو میں تمہیں مزہ چکھادوں۔"

"ہائے کب...؟" وہ جیسے مزہ چکھنے کو بے تاب ہوا۔

...... * ......

فری پیریڈ میں وہ دونوں کیمسٹری لیب کی سیڑھیوں پر آبیٹھیں' تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔ فاریہ بہت مضمحل سی تھی۔ اس کی افسردگی رامین سے چھپی نہیں تھی۔

"کتنی حیرت کی بات ہے کہ اجلال بھائی نے فون بھی نہیں کیا۔" رامین کو اجلال پر غصہ بھی آرہا تھا اور حیرت بھی ہو رہی تھی کہ اتنے اچھے شخص کی اتنی بے پروا طبیعت۔ وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں نمی کی چمک تھی۔

"رامین! خاموشی کچھ بولنے سے زیادہ قہر آلود ہوتی ہے۔ لحظہ بہ لحظہ آدمی کو کمزور کیے جاتی ہے۔ اندر ہی اندر خوف کو تناور درخت بنا دیتی ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے رامین' پتا نہیں وہ کیا سوچے بیٹھا ہے۔"

"اور انکل... انہوں نے مزید کچھ کہا؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"پتا نہیں وہ بھی کیا سوچ رہے ہیں۔" وہ سر جھٹک کر بولی تو رامین نے اسے تسلی دینا چاہی۔

"وہ تمہارے والد ہیں۔ کچھ اچھا ہی سوچیں گے تمہارے لیے۔"

"اچھا...؟ وہ میرے متعلق فقط سوچ ہی لیں یہی بہت ہے اور تم اچھا سوچنے کی بات کر رہی ہو۔ پتا ہے رامین... وہ ایسے باپ نہیں ہیں جیسا تم سوچتی ہو۔ تمہاری اور میری دنیا بہت مختلف ہے۔" وہ تلخی سے بول رہی تھی۔ "انہوں نے آج تک پیار سے مجھے پاس نہیں بلایا بلکہ کبھی پیار تک نہیں کیا۔ پتا ہے رامین وہ ہماری طرف سے اس قدر بے اعتنائی برتتے ہیں کہ اگر کبھی غلطی سے ان کی نظر مجھ پر پڑ جائے تو میری ماں کے لیے اس سے بہترین لمحہ اور کوئی نہیں ہوتا۔"

وہ بے حد ٹینس ہو رہی تھی۔ اس کی باتیں سن کر رامین کو بھی گھبراہٹ ہونے لگی۔

"ایزی فاریہ... نماز پڑھا کرو۔ دعا کیا کرو۔ خدا سب ٹھیک کرے گا۔" اس نے فاریہ کو حوصلہ دیا تھا۔ وہ بے بس ہو گئی۔

"کب... رامین کب...؟"

رامین کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ فاریہ کو کیسے اور کن الفاظ میں تسلی دے۔ رشتوں کا یہ روپ اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ اس نے تو ہوش سنبھالتے ہی اپنے اردگرد محبتوں کو پر پھیلائے دیکھا تھا۔

"بہت جلد خدا تمہاری دعائیں سنے گا فاری۔ اور تمہیں ایک بہت بڑی خوشی دے گا۔ اجلال بھائی کی صورت میں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ملائمت سے مسکرائی۔ فاریہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم یوں کرو کہ اجلال بھائی کا فون نمبر مجھے دو' میں خود ان سے ساری بات کلیئر کروں گی۔"

"سچ رومی...؟" وہ یکلخت حیرانی سے بولی تو رامین

نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے بڑی
خوشی سے اجلال کا فون نمبر رامین کو لکھ دیا۔
"اچھا یار اب ہفتے کو میں خود تمہیں لینے آؤں
گی۔" رامین نے اسے یاددہانی کرائی اور فون نمبر والی
پرچی بیگ میں رکھنے لگی۔
"پتا نہیں اجازت ملتی ہے یا نہیں۔" فاریہ نے
بہت افسردگی سے کہا تھا۔
"اوہ کم آن یار۔ میں خود بات کروں گی انکل
سے۔ تمہارے بغیر مجھے لطف کہاں آئے گا۔" رامین
نے بے پروایانہ انداز میں کہا۔
"اور ویسے بھی وہ خبیث شخص کہہ رہا تھا کہ اپنی
دوستوں کو ضرور بلانا۔ میں انہی میں سے کوئی اپنے لیے
پسند کروں گا۔" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو
فاریہ کو ہنسی آگئی۔
"اب یوں تو مت کہو۔"
"تم بڑی محظوظ ہو رہی ہو۔" وہ چڑ کر فاریہ پر الٹ
پڑی تو اس نے بوکھلا کر سنجیدہ سی شکل بنالی۔ جسے دیکھ
کر وہ بھی بے دلی سے ہنس دی۔
سبھی مہمان لان میں جمع ہو چکے تھے مگر مہمان
خصوصی یعنی الیکزینڈر دی گریٹ تھے کہ ان کی تیاری
ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ تائی اماں بیٹے کی لمبی
تیاری پر جھلا رہی تھیں۔ "ارے تائی جان اب
اتنی دیر تو لگتی ہے نا اتنے سالوں کی گرد چھپانے کے
لیے۔" رامین نے انہیں چھیڑا تھا۔ وہ چڑ کر بولیں۔
"سارے مہمان آگئے ہیں۔ اسے چاہیے تھا کہ
سب کا استقبال خود کرتا مگر یہاں تو سب اس کی صورت
کو ترس رہے ہیں۔"
"کیوں۔ وہ سب عید کریں گے کیا؟" رامین نے
زیر لب مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ فاریہ نے معنی خیز انداز
میں اسے دیکھا۔
رامین خود جا کر فاریہ کو لائی تھی۔ اس کے ابو
"خوش قسمتی" سے گھر میں موجود نہیں تھے اور عابدہ
اسے بھیجنے پر راضی نہیں تھیں۔ پتا نہیں کیسے رامین نے
... کر اجازت لے ہی لی تھی اور اب فاریہ کو

ڈراپ کرنے کی ذمہ داری بھی اسی کی تھی۔ مگر اب وہ
جب سے آئی تھی رامین کے ساتھ لاؤنج میں گھسی
بیٹھی تھی۔ اتنے سارے لوگوں سے تعارف کے بعد
بھی وہ ان میں مکس اپ نہیں ہوئی تھی۔
"سکندر۔ اب آجاؤ۔" تائی جان نے اسے آواز
دی تو اس بار کوشش میں کامیابی ہوئی وہ دو دو سیڑھیاں
پھلانگتا چلا آیا۔
"بیٹا حاضر خدمت ہے مادام۔" وہ بڑی شرارت
سے ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر ایک ہاتھ پھیلائے ان کے
سامنے جھکا تھا۔ بلیک پینٹ اور مسٹرڈ کلر شرٹ میں
خوب صورتی سے بال جمائے خوشبوؤں میں ڈوبا بیحد
اچھا لگ رہا تھا۔
"خدا نظر بد سے بچائے۔" تائی اماں نے فوراً
بیٹے کا ماتھا چوم لیا۔
"یعنی مابدولت اتنے حسین لگ رہے ہیں کہ نظر
لگ جانے کا خدشہ ہے۔" اس نے ماں کو بازو کے
گھیرے میں لے کر بڑے تفاخر سے کہا۔ تو رامین نے
معنی خیزی سے فاریہ کو ٹھوکا دیا۔ جو بڑی دلچسپی سے
سکندر کو دیکھ رہی تھی۔ ان پر ابھی سکندر کی نگاہ نہیں
پڑی تھی۔
فاریہ اتنے سارے لوگوں میں کنفیوز ہو رہی
تھی۔
"بی کانفیڈنٹ فاریہ۔" رامین نے اسے سختی سے
ڈانٹ دیا۔ "اب یہ سب حرکتیں چھوڑ دو۔ اٹھو چلو باہر
ایسی شکل بناؤ گی تو سب مذاق اڑائیں گے۔ خصوصاً
سکندر۔" رامین نے فاریہ کی ہوائیاں اڑتی شکل دیکھ کر
دانت پیسے۔ سکندر والی دھمکی خاصی خوفناک لگی تھی
اسے۔
"آؤ تمہیں باقی کزنز سے بھی ملواؤں۔" رامین
نے آفر کی جو فاریہ نے صاف ریجیکٹ کر دی۔ رامین
ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔
سکندر کو بہت سے تحفے ملے تایا جان نے اسے
نئے فلیٹ کے کاغذات اور چابی پکڑائی تو وہ ہنس دیا۔
"مجھے گھر سے نکال رہے ہیں کیا؟" جواباً وہ بھی ہنس

دیئے۔
رامین نے سکندر کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر فاریہ کو مطلع کیا تو وہ فوراً سنبھلی۔

"ہیلو لیڈیز۔"

فاریہ نے سر ہلا کر جواب دیا جبکہ رامین بیزاری سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"میں نے کہا، عزیزی رامین خاتون آپ کو بیزاری و کوفت کا انجیکشن کس نے لگا دیا۔" وہ بڑی سنجیدہ سی ہمدردی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ بدک اٹھی۔

"یہ عزیزی اور خاتون ہو گی تمہاری کوئی ہوتی سوتی۔"

"ہاں تو تمہی کو کہہ رہا ہوں نا۔" وہ بے نیازی سے بولا تو فاریہ کو رامین کی شکل دیکھ کر ہنسی آ گئی۔

"بائی دی وے۔ آپ فاریہ ہی ہو سکتی ہیں۔" وہ بڑے اعتماد سے بولا پھر بڑی سنجیدگی سے اسے بتانے لگا۔

"حالانکہ آپ کے کان بالکل ٹھیک ہیں پھر بھی میں پہچان گیا ہوں۔"

"واٹ؟" فاریہ نے ایک نظر رامین کو دیکھ کر الجھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"یعنی کہ آپ گزشتہ تین سالوں سے اس کے ساتھ ہیں اور اس کے باوجود آپ کے کان سلامت ہیں جبکہ رامین کی زبان تو ماشاء اللہ ہے۔" وہ بڑی شرارت سے کہہ رہا تھا۔ رامین نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اب تم یہیں سب کے سامنے اپنی بے عزتی کروالو گے مجھ سے۔"

"وہ دن گئے جناب، اب تو ہم گھر بار بلکہ فلیٹ بار والے ہو گئے ہیں۔" اس نے بڑے انداز سے کالر کو چھوا تھا۔

"ہنہ۔" رامین نے جل کر منہ پھیرا تھا۔

"بچھو کلی مس فاریہ۔ یہ اپنی رامین خاتون۔ آئی مین لڑکی۔ بہت سینس ٹو واقع ہوئی ہے۔ ہر وہ موقع، جس میں میرا کوئی فائدہ ہو سیدھا اس کے دل کو چھو جاتا ہے۔ اس کی بی پی شوٹ کر جاتا ہے ابھی دیکھیں ذرا۔ اس کا رنگ سرخ ہو رہا ہے۔" وہ جیسے باقاعدہ فاریہ کو اس کا معائنہ کرا رہا تھا۔ "یہ دیکھیں ان کی مٹھیاں بھنچی ہوئی ہیں اور یہ ذرا آنکھیں دیکھیں ان کے لیے تو کوئی مثال بھی نہیں سوجھتی۔ اب بچھو کلی یہ آپس میں نہیں ملتیں تو کسی اور سے کیا ملیں گی۔"

"سکندر۔" رامین غرائی تھی۔ جبکہ فاریہ مسلسل ہنس رہی تھی۔ وہ مسکرایا۔

"ایسے تو کبھی پورس نے سکندر اعظم کو للکارا تھا۔ تم میں بھی تو کہیں اس کی روح حلول نہیں کر گئی۔"

"بکواس نہیں کرو۔ اور فاریہ پر امپریشن ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ تو ادھر تمہارا چانس لگتا ہے اور نہ دال گلنی ہے۔ کیونکہ یہ آل ریڈی انگیجڈ ہے۔" رامین کی بکواس پر فاریہ سٹپٹائی تھی۔

"لاحول ولا قوۃ۔ یو مین ٹو سے کہ میں ڈیئر سسٹر کو امپریس کر رہا ہوں؟"

"یہ میں نے کب کہا؟ تم تو اسے ڈیپریس کر رہے ہو۔ اور یہی بات میں کافی دیر سے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

وہ خجل سا سر کھجا کر فاریہ کو دیکھنے لگا۔ وہ بیچاری خوامخواہ میں شرمندہ ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں چلتا ہوں۔"

"ذرا دور ہٹ کے چلنا۔ مجھے دھوئیں سے الرجی ہے۔" رامین نے بہت برجستگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ فاریہ بے اختیار ہنس دی۔

"لاحول ولا قوۃ۔" وہ کھسیا گیا۔ اس کی یہ درگت پہلی بار بن رہی تھی وہ بھی کسی لڑکی کے سامنے اور وہ بھی رامین کے ہاتھوں۔ حیرت کی بات تھی۔

"اتنی دیر سے تم لاحول پڑھ رہے ہو غائب کیوں نہیں ہوتے؟" وہ بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

وہ پسلیوں پر ہاتھ جمائے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

فاریہ بہت محظوظ ہو رہی تھی ان کی لڑائی سے۔ قصے تو اس نے رامین کی زبانی بہت سن رکھے تھے مگر راہ

راست دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا جو اس لحاظ سے کافی دلچسپ رہا کہ رامین اس پر حاوی تھی۔ یا وہ فاریہ کا خیال کر کے جواب نہیں دے رہا تھا۔

"میرے خیال میں تمہارے دوست "وہ" کھڑے ہیں۔"

رامین نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے باقاعدہ انگلی سے اشارہ کیا تو وہ اسے نگاہوں ہی نگاہوں میں دھمکاتا جلتا بھنتا چلا گیا۔

"واہ بھئی۔۔۔ کمال ہے۔" فاریہ نے تعریفی انداز میں کہا تو وہ بھی ہنس دی۔

"پہلی مرتبہ۔"

"تبھی گیٹ کی طرف نگاہ جاتے ہی فاریہ کی ہنسی کو جیسے بریک لگ گئی۔

"رومی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔" وہ ہکلائی تو رامین نے فوراً" پلٹ کر دیکھا۔ بلیک پینٹ اور سی گرین ہاف سلیوزئی شرٹ میں ملبوس، بہت بااعتماد انداز میں وہ اجلال حیدر ہی تھا۔

"یہ آج کے اسپیشل گیسٹ ہیں۔ آؤ تمہیں ملواؤں ان سے۔" رامین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے اپنے ساتھ گھسیٹا ساتھ ہی ہاتھ ہلا کر اجلال کو اشارہ کیا۔ وہ مسکراتا ہوا ان کی طرف چلا آیا۔

"میں رامین ہوں۔" رامین نے فوراً" تعارف کرایا تھا۔

"اور میں سکندر بخت ہوں۔ یہ فنکشن میرے ہی اعزاز میں ہو رہا ہے۔ آپ کی مزید تعریف؟" سکندر پتا نہیں کیسے بوتل کے جن کی طرح آن وارد ہوا تھا۔ رامین گہری سانس لے کر رہ گئی۔

اجلال نے سکندر سے ہاتھ ملایا تھا۔

"یہ فاریہ کے فیانسی ہیں۔ اور تم کہاں سے ٹپک پڑے یہاں؟" رامین نے فوراً" ہی اسے دونوں ہاتھ لیا تھا۔

"تم جو اتنا باچھیں پھاڑ کے اشارے کر رہی تھیں۔ میں نے سوچا کوئی رقیب روسیاہ نہ ہو۔ مگر یہ تو خاصے گورے ہیں۔" اس کے پر اطمینان انداز پر فاریہ

جھنجلا کر رہ گئی۔

"ویسے آپ۔۔۔؟" اس نے رک کر اجلال کو دیکھا۔

"اجلال۔۔۔ اجلال حیدر۔" وہ پر اعتماد انداز میں بولا تھا۔

"ہاں تو آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ رقیب سیاہ ہی ہوتا ہے یا سفید بھی ہو سکتا ہے؟" اس نے بڑی سادگی سے دریافت کیا تھا۔ رامین دانت کچکچا رہی تھی۔ اجلال نے بڑی دلچسپی سے سکندر کو دیکھا تھا۔

"پچھوٹکی میں بھی اسی معاملے میں ریسرچ کر رہا ہوں آپ کو پتا چلے تو مجھے ضرور انفارم کیجیے گا۔"

"اوہ شیور۔۔۔ وائی ناٹ۔" سکندر چہکا۔ "اب تو پھر اس سلسلے میں پھر ملاقات رہے گی۔"

"آف کورس۔" اجلال مسکرایا تھا۔ سکندر کو چچا جان نے پکارا تو وہ ایکسکیوز کرتا چلا گیا۔ رامین بھی مہمانوں کو اٹینڈ کرنے کا بہانہ کر کے اتنی سرعت سے بھاگی کہ فاریہ کا منہ اسے پکارنے کے لیے کھلا رہ گیا۔ اجلال نے اسے روکا تھا۔

"کیا میرا آنا اچھا نہیں لگا؟" اس کے انداز سے جھلکتا شکوہ محسوس کر کے فاریہ نے فوراً" خود کو سنبھالا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔" اس نے فوراً" اس کے خیال کی نفی کر دی۔ "میں تو حیران ہو رہی ہوں کہ تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"رامین نے انوائیٹ کیا تھا مجھے۔ میں نے سوچا وہ اتنی بڑی نیکی کر رہی ہے تو پھر مجھے اس سے تھوڑا فائدہ اٹھانا چاہیے۔" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک طرف چل دیا مجبوراً" فاریہ کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا۔

"اچھا کیا نا میں نے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہوں۔" وہ مبہم انداز میں بولی تھی۔

وہ دونوں پچھلی سائیڈ پر برآمدے میں پہنچ گئے۔ وہ فاریہ کو اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر برآمدے کی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔

"تم پوچھو گی نہیں کہ اس روز خالو جان نے مجھ

"سے کیا کہا تھا؟" اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے
وہ بہت شگفتگی سے بات کر رہا تھا۔ فاریہ کو کچھ پوچھنے
سے پہلے ہمت مجتمع کرنا پڑی۔ اجلال نے دھیمی روشنی
میں شاعیں بکھیرتی اس کی دمکتی صورت دیکھی تو دھیمی
سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔

"کیا کہا تھا انہوں نے؟" وہ کافی توقف کے بعد
آہستہ سے بولی۔ تو وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے اطمینان
سے بولا۔

"انہوں نے مجھے گھر آنے سے منع کر دیا ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم مجھے فون بھی نہ
کرو۔" وہ بہت جھجک کر اٹک کر بولی۔ تو وہ فوراً" اپنی
غلطی تسلیم کر گیا۔

"ہاں یہ تو ہے' ویسے آج بہت اچھی لگ رہی
ہو۔"

اس نے ایکدم سے تعریف کر دی تو وہ جھینپ
گئی۔ اجلال نے بہت دلچسپی سے اس کے چہرے پر
پھیلتی سرخی دیکھی تھی۔

"تم نے کیا کہا ان سے؟" فاریہ نے اس کی
نظروں سے سٹپٹا کر بات بدلی تھی جواباً" اس نے آہ
بھری۔

"مجھے کیا کہنا تھا سب کچھ تو تمہاری والدہ محترمہ
کہہ چکی تھیں۔ وہ بھی بنا سنسر کئے۔" وہ شریر لہجے میں
کہہ رہا تھا۔

"وہ میری ماں نہیں ہے۔" وہ بالکل سنجیدہ تھی۔
اجلال نے گہری سانس لی۔ پھر چند لمحوں تک وہ کچھ
سوچتا رہا۔

"میں نے تو پہلے ایسا کچھ نہیں کہا۔ بس وہ خود ہی
پتا نہیں کیا حدود و قیود نافذ کرتے رہے۔ قصہ مختصر یہ کہ
میں نے اعتراف کر لیا تھا کہ میں نہ تو تمہارے بغیر رہ
سکتا ہوں اور نہ ہی اپنی خالہ کو چھوڑ سکتا ہوں۔ بہت
غصہ آرہا تھا انہیں میری ڈھٹائی پر۔ مگر میں جانتا تھا کہ
اگر پہلے ہی مقام پر میں جھک گیا تو ساری عمر کے لیے
کبھی تمہارے سامنے بھی نگاہ نہیں اٹھا پاؤں گا۔"

"تو پھر ایکدم سے یوں لاتعلق کیوں ہو گئے تم؟"
وہ بیساختہ شکوہ کر گئی' اجلال نے فوراً" جواب نہیں دیا۔
وہ باؤنڈری وال کے پار نظر آتے روشن چاند پر نظریں
جمائے ہوئے بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ بولنے لگا۔

"نہیں ہماری شادی پر کوئی اعتراض نہیں
ہے۔"

فاریہ نے جھٹکے سے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو وہ
اس کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"بس ایک شرط رکھی ہے تمہاری والدہ محترمہ کی
خواہش پر۔"

فاریہ چونکی تھی۔ اتنی محبت تو باپ کو اس سے
کبھی نہیں رہی تھی کہ اس کے مستقبل سے متعلق
شرائط رکھتے۔ اس نے گہری نظر اجلال کے سنجیدہ سے
چہرے پر ڈالی اور پوچھا۔

"کیا شرط رکھی ہے ابو نے؟"

وہ اس کی سوگوار سی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے
ایکدم سے پوچھنے لگا۔

"فاریہ۔۔۔ تمہیں مجھ سے محبت ہے نا؟"

اس کے اس قدر اچانک جملے پر وہ سٹپٹا کر نظریں
جھکا گئی۔ لمحہ بھر ہی میں اس کی رنگت شہابی ہو گئی تھی۔

"پلیز فاریہ۔۔۔ ڈونٹ شائے۔ ٹیل می۔" وہ بے حد
سیریس تھا۔ وہ بدقت تمام بولی تھی۔

"تم جان تو گئے ہو۔۔۔ پھر۔۔۔"

اجلال چند ثانیوں تک اس کی جھکی لرزتی پلکوں کو
دیکھتا رہا۔ پھر بڑے تاسف سے بولا۔

"افسوس۔۔۔ خالو جان تمہیں یہ خوشی بھی نہیں
دینا چاہتے۔" اس کے متاسف لہجے پر فاریہ نے
ہراساں ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا ہے انہوں نے؟"

"ان کا کہنا ہے کہ مجھے شادی سے پہلے اپنا گھر
تمہارے نام کر دینا چاہئے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا'
فاریہ کے قدموں تلے سے گویا زمین نکلتا چلا گیا۔ دل
دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اترنے لگا۔ گویا باپ نے بھی
اس سے فطری شفقت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا مگر وہ اس
کی زندگی کا سودا یوں کریں گے یہ اس نے تصور میں بھی

نہیں سوچا تھا۔

"فاریہ! تمہاری خاطر کسی مکان کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن اس گھر پر صرف میرا حق نہیں ہے وہ ابو نے اپنے خون پسینے کی کمائی سے بنوا کر بہت محبت سے امی کے نام کیا تھا۔ میں امی سے یہ مطالبہ کیسے کر سکتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دو چار سال کی مہلت دیتے تو میں تمہارے لیے خود گھر بنوا سکتا ہوں۔ لیکن انہوں نے ابھی نہیں، تو کبھی نہیں، کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔"

وہ بہت سکون سے بات کر رہا تھا۔ جبکہ فاریہ کی کیفیت یہ تھی کہ ہر لفظ اس کو تیزاب کے قطرے کی مانند تکلیف دے رہا تھا۔ باپ کی اس حرکت نے اس کے دل کو بہت ٹھیس پہنچائی تھی۔ اس کا دل جیسے پگھل پگھل کر آنکھوں کے ذریعے بہنے لگا۔ وہ اجلال سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ گیا تھا۔

"فاری پلیز، مت آنسو بہاؤ، میں پیچھے تو نہیں ہٹا ناں۔" وہ بہت رسان سے بولتے ہوئے اس کے قریب ہوا اور انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو پونچھے تو وہ روتے ہوئے بولنے لگی۔

"انہوں نے مجھے کبھی کوئی خوشی نہیں دی۔ وہ ہمیشہ سے نظر انداز کرتے آئے ہیں مجھے، میری ماں کو، ہماری ضرورتوں کو، میں نے تو کبھی ان سے خود سے کچھ مانگا بھی نہیں۔ کیا وہ اب بھی میرے دل کی بات نہیں سمجھیں گے اجلال؟" وہ آنکھوں میں سرخی لیے بڑی بے بسی سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے فاریہ کا سر تھپتھپایا تھا۔

"مانگنے سے کچھ نہیں ملتا فاری، چھیننا پڑتا ہے۔ اور۔۔۔ تمہیں بھی اپنا حق خود لڑ کر چھین کر وصول کرنا ہے۔ میرا ساتھ دینا ہے۔ اس ڈر اور خوف کو دل سے نکال پھینکنا ہے ورنہ تم ہمیشہ کی طرح تہی دامن رہ جاؤ گی۔" اجلال کی سنجیدگی پر وہ تڑپ اٹھی اور سر ہلا کر متوحش لہجے میں بولی۔

"نہیں اجلال۔۔۔ تمہارے بغیر تو کبھی بھی نہیں۔" اس کے بے ساختہ و بے اختیار اقرار پر وہ کھل سا گیا۔ اس کی دل میں فرحت و انبساط کی لہری دوڑ اٹھی تھی۔

"تھینک یو فاری۔۔ اتنے خوب صورت اظہار کے لیے۔" وہ پرجوش انداز میں کہتے ہوئے اس کے قریب ہوا تو وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب چلیں ادھر رامین ڈھونڈ رہی ہو گی ہمیں۔" اس کی بوکھلاہٹ پر وہ اپنی بیساختہ مسکراہٹ دباتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں چلو۔"

وہ اپنی دھڑکنیں شمار کرتی اس کے ساتھ لان کی طرف بڑھ گئی۔

کھانا کھانے کے بعد پھر سے گفتگو کا دور چلا۔ اجلال سب سے اچھی طرح گھل مل گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مہمانوں کی رخصتی عمل میں آنے لگی تو اجلال ان کی طرف آیا۔

"فاریہ! تمہیں میں ڈراپ کر دوں؟"

اس کے انداز میں چھپی التجا کو وہ اچھی طرح محسوس کر گئی۔ اس نے بے بسی سے رامین کی طرف دیکھا۔ وہ فوراً اس کی مدد کو لپکی تھی۔

"نہیں اجلال بھائی۔ مانا کہ آپ کا خدمت خلق کا جذبہ خاصا نیک ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کی اس پیشکش سے استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ فاری کے پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری میری ہے۔"

"او کے۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھر کے شانے جھٹکے تھے۔ "میں چلتا ہوں۔"

"اب تو ملاقات رہے گی نا؟" سکندر نے مضبوطی سے اس سے ہاتھ ملایا جواباً اجلال نے بھی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔

"کیوں نہیں۔۔۔ آپ جیسے دوست کبھی کبھار ہی ملتے ہیں۔"

"سن لو اچھی طرح سے۔" وہ کہاں چوکنے والا تھا۔ اس نے فوراً رامین کو متوجہ کیا تو اس نے بیزاری سے نظریں گھما لیں۔ وہ اجلال کو باہر گاڑی تک چھوڑنے گیا تھا۔

"فاریہ بیٹی! تم آج یہیں رک جاؤ۔" چچی جان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پیار سے کہا۔ صبا اور بھابی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"نہیں آنٹی، پھر کبھی سہی۔ آپ سب لوگ اتنے اچھے ہیں کہ بار بار آؤں گی اب۔" اس نے سلیقے سے انکار کیا تھا۔

"ہاں ہاں بیٹا ضرور۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔" تائی اماں نے شفقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ رامین نے سکندر کو چلنے کا اشارہ کیا۔

رات کے تقریباً بارہ بج رہے تھے سڑکیں سنسان تھیں۔ فاریہ کے گائیڈ کرنے پر سکندر نے خوب صورت سے گھر کے آگے گاڑی روکی تھی۔ فاریہ کے اترنے سے پہلے ہی سکندر گاڑی بند کرکے دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"تم بیٹھو سسٹر میں بیل کرتا ہوں۔" وہ بڑی شرافت سے نیچے اترا۔ اس وقت سکندر کی سنجیدگی اور انداز رامین کو بہت اچھا لگا تھا۔ سکندر کے بیل کرنے کے کافی دیر بعد گیٹ پر کھٹکا ہوا تھا۔ فاریہ بھی نیچے اتر آئی۔ عابدہ کی ترش سی آواز اس نے پہچان لی تھی۔

"کون ہے؟"

فاریہ کی آواز پر عابدہ نے کھٹاک سے دروازہ کھول دیا تھا۔ سکندر نے آگے سے ہٹ کر فاریہ کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"آہاہ۔ بھئی ذرا ٹھہرو۔ میں بھی تو دیکھوں کہ اتنی رات گئے کہاں کی سیریں کرکے کس کے ساتھ آرہی ہے سواری؟" وہ بہت تنک کر بولی تھی۔ فاریہ کی رنگت یکلخت زرد پڑی تھی۔ سکندر تو ہکا بکا رہ گیا۔ دوسرے ہی پل اس کی رنگت میں سرخی دوڑ گئی۔

"ایکسکیوز می محترمہ۔ آپ کو کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے۔" سکندر نے تلخی سے کہتے ہوئے رامین کو آگے کیا۔

"آنٹی میں ڈراپ کرنے آئی ہوں فاریہ کو۔" رامین نے سمجھا شاید وہ غیر متوقع طور پر سکندر کو سامنے پاکر یوں روڈ ہو رہی ہیں۔ اس نے فوراً ان کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

"ہنہ۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ جیسی یہ خود ویسی ہی اس کی سہیلیاں خوب باپ کا نام روشن کر رہی ہو۔" وہ کڑواہٹ بھرے لہجے میں بولی۔ سکندر ذرا سی آنکھیں میچے بغور عابدہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے اشارہ دے رہی تھی کہ یہ بکواس عابدہ کی قطعی شعوری کوشش ہے۔ اس کی رگیں غصے سے تننے لگیں۔

"آپ کو تمیز نہیں ہے بات کرنے کی، کیا فضول بول رہی ہیں آپ۔" فاریہ کپکپاتے ہوئے لہجے میں غصے سے بولی اور عابدہ کو دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔

"ارے واہ۔ کیا دیدہ دلیری ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ بے حیائی کی حد ہے۔ جوان لڑکے راتوں کو گھر ڈراپ کرنے آرہے ہیں۔ آنکھوں کا پانی ہی مر گیا ہے۔ ماں کو یوں آنکھیں دکھائی جا رہی ہیں۔" وہ پسلیوں پر ہاتھ جمائے اونچی آواز میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے سے اس کی دلی مسرت اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس صورت حال سے کتنا حظ اٹھا رہی ہے۔ سکندر طیش کے عالم میں اور رامین سراسیمہ سی اندر داخل ہوئی۔

"مت کہیں خود کو میری ماں۔" فاریہ غرائی تھی۔

"اب آپ نے کوئی فضول بات کی تو میں آپ کا منہ۔۔۔"

وہ غرایا تھا۔ رامین نے خائف ہو کر اس کا بازو جکڑا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"کیا شور مچا رکھا ہے؟" زمان ملک کی آواز گویا سب کو اسٹل کر گئی تھی۔

"یہ دیکھ لیں کیا عزت ہو رہی ہے میری۔ ٹکے کا یہ چھوکرا میرا منہ توڑنے کی دھمکی دے رہا ہے۔" عابدہ فوراً گلوگیر لہجے میں کہتی شوہر کی طرف پلٹی اس کی یہ کایا پلٹ حیران کن تھی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" زمان ملک نے کرختگی سے پوچھا۔

"ابو۔ یہ اتنی فضول باتیں کر رہی ہیں۔" فاریہ یکدم رو دی تھی۔ رامین کا دل اتنی بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی طبیعت گھبرانے لگی۔ عابدہ نے واویلا مچا دیا تھا۔

"ہاں... ہاں۔ آدھی رات کو جوان لڑکی گھر آئی تو میں ماں بن کے اسے سمجھا بھی نہیں سکتی۔۔ ملک صاحب میں تو کچھ بھی کر لوں رہوں گی سوتیلی ہی۔ ذرا سا کیا سمجھا دیا کہ یوں رات گئے جوان لڑکیوں کا باہر رہنا ٹھیک نہیں ہوتا یہ تو میرے منہ کو آنے لگی اور یہ..."

"بس کیجئے آپ۔" سکندر اس سے زیادہ برداشت نہیں کر پایا۔ "اب تک تو میں سوچ رہا تھا کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔ مگر سوتیلی ماں کا لفظ سنتے ہی تمام حقیقت میں سمجھ گیا ہوں۔ اب آپ کی گھٹیا ذہنیت اور فضول بکواس کے متعلق مجھے کوئی حیرت نہیں ہے۔"

وہ بہت حقارت سے کہہ رہا تھا۔

"کہاں سے آ رہی ہو تم۔؟" زمان ملک نے سر سے پاؤں تک بیٹی کو دیکھا تو وہ سراسیمہ سی ہو گئی۔

"وہ... ابو... رامین کے ہاں فنکشن تھا۔"

"ہوں۔" ان کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی تھی۔ "کس سے پوچھ کے گئی تھیں؟"

"ان سے۔" فاریہ نے عابدہ کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ صاف مکر گئیں۔

"جھوٹ مت بولیں۔" فاریہ چیخی تھی۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔ خدا کو منہ دکھانا ہے مجھے۔" وہ بڑے سکون سے بولی تھی۔

"میں تو سوچ رہا ہوں کہ آپ خدا کو کیا منہ دکھائیں گی۔" سکندر اشتعال سے بولا۔ تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"انکل پلیز، آپ یقین کریں۔ میں خود ان سے اجازت لے کر فاریہ کو لے گئی تھی۔ اور اب اسے ڈراپ کرنے آئے تو انہوں نے الزام تراشی شروع کر دی۔" رامین کی آواز بھرا گئی، آنسوؤں سے پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔

"کیا فنکشن تھا؟" وہ سپاٹ و سرد انداز میں پوچھ رہے تھے۔ رامین کے اعصاب ٹھٹھرنے لگے۔

"وہ... دراصل..." اس نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری "سکندر کے پوزیشن لینے کی..."

"میں نہیں کہہ رہی تھی، اسی لونڈے کے ساتھ گئی اور اسی کے ساتھ آئی ہے۔" عابدہ کو تو جیسے چھپر پھاڑ کر بولنے کا موقع ملا تھا۔ چمک کر بولی۔ فاریہ نے بے حد خوفزدہ ہو کر باپ کی طرف دیکھا۔ اور شدت کے ساتھ سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں ابو... یہ جھوٹ بول رہی ہیں۔"

"بے حیا... بے غیرت... بکواس کرتی ہو۔" زمان ملک کے ہونٹوں سے الفاظ نکلے تھے کہ انگارے، وہ سن سی بے یقینی سے باپ کو دیکھنے لگی۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے اس قدر زور سے تھپڑ اس کے منہ پر مارا کہ وہ لڑکھڑا کر نیچے گر گئی۔ اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا۔ رامین بے اختیار چیخی تھی۔

"تم دونوں دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" زمان ملک بہت سرد لہجے میں ان سے مخاطب ہوا تھا۔ سکندر جو ششدر سا تھا۔ بھڑک اٹھا۔

"پاگل ہو گئے ہیں آپ۔ کیا آپ کو اپنی بیٹی پر یقین نہیں ہے؟"

"تم بے غیرت، غلیظ انسان نکل جاؤ یہاں سے۔" وہ دہاڑے تھے۔ شور اور ہنگامے نے سائرہ کو باہر آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ باہر کا منظر جیسے ان کی جان نکال لے گا۔ زمان ملک نے سکندر کو باہر کی طرف دھکیلا تو وہ غم و غصے سے بے حال رامین کو بازو سے پکڑ کر تقریباً" گھسیٹتے ہوئے باہر نکل گیا۔

زمان ملک، بہت جارحانہ انداز میں فاریہ کی طرف بڑھے تھے۔ عابدہ بہت سکون سے پلر کے ساتھ ٹیک لگائے جیسے اپنا من پسند ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ سائرہ بہت بیقراری سے زمان ملک کو روکنے کے لیے آگے بڑھی تھی۔ مگر وہ نہ تو ان کے ہاتھوں کو روک پائیں اور نہ ہی زبان سے نکلتی مغلظات کو۔ فاریہ بہت خاموشی سے پٹتی رہی۔ اس کی زبان جیسے صدمے سے گنگ ہو گئی تھی۔ آنسو آنکھوں میں منجمد ہو گئے۔

اسے مار مار کر زمان ملک ہانپنے لگے اور تب چھوڑا جب وہ حواس سے بیگانی ہو کر ڈھے گئی۔ سائرہ دیوانوں کی طرح اس کی طرف بڑھی تھیں۔

*

وہ زخمی شیر کی مانند غراتا ہوا ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔ اور سارا نزلہ رامین پر گر رہا تھا "اگر پھر کبھی تم نے مجھ سے اپنی کسی دوست کے گھر جانے کا کہا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔"

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ سکندر کا رویہ اسے مزید تکلیف پہنچا رہا تھا۔

"سکندر... ذرا آرام سے بات کرو۔" بھابی سے رامین کا رونا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ رات جب وہ دونوں فاریہ کو ڈراپ کر کے آئے تو اس قدر ڈسٹرب تھے کہ کسی سے کچھ کہا ہی نہیں۔ سکندر کو تو اتنی ٹینشن رہی تھی کہ ساری رات وہ جاگتا رہا اور سلگتا رہا تھا۔ اور اب صبح ہوتے ہی سب کو اس نے تمام بات بتادی تھی۔ خود اپنا غیض وغضب وہ رامین پر الٹ رہا تھا۔

"مجھے کیا خبر تھی کہ اس کے ابو اس قدر گھٹیا ذہن کے مالک ہیں۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی تو وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"اس کے ابو ہی نہیں اس کی اماں بھی ایسی ہی ہیں۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رامین ہی کے ٹکڑے کر ڈالتا یا شاید قیمہ وہ رو پڑی۔

"وہ اس کی سوتیلی ماں ہے۔" اس نے صفائی پیش کی مگر وہ سن ہی کب رہا تھا۔ اسے تو عابدہ کے جملے کسی پہلو چین ہی نہیں لینے دیتے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے رگوں میں انگارے بھر دیئے ہوں۔ خون کی بجائے رگوں میں آگ دوڑتی محسوس ہو رہی تھی مگر رامین کی حالت بھی کچھ اس قدر دگرگوں ہو رہی تھی کہ وہ مٹھیاں بھینچ کر دانت پر دانت جمائے سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"اس کے اندر تو جیسے آگ بھڑک رہی ہے۔" بھابی نے تائی جان کو متوجہ کیا اور سکندر کی حالت کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ وہاں یہ واقعہ ہو جائے گا۔ ورنہ میں اسے بلاتی ہی کیوں۔" وہ سوں سوں کرتی آنسو پونچھتی ہوئی بولی تھی۔

"مگر جو باتیں ان لوگوں نے کی ہیں انہوں نے واقعی بھائی کو بہت ہرٹ کیا ہے۔ یہ تو سیدھی کردار کشی والی بات ہوئی۔" صبا نے تاسف سے رامین کو دیکھا تھا۔

"وہ بہت ظالم ہیں۔ جب باتیں اتنی گھٹیا کر رہے تھے تو نہ جانے فاریہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ہوگا انہوں نے... وہ تو اسے مارنے سے بھی گریز نہیں کر رہے تھے۔" وہ بہت بے قراری سے رو رہی تھی۔ تائی اماں کو بھی بہت دکھ پہنچا تھا۔

"چچ... خدا نیک ہدایت دے اس کے باپ کو۔ اتنی پیاری بچی ہے وہ۔ اور پھر جوان لڑکی پر ہاتھ اٹھانا کہاں کی دانشمندی ہے۔"

"واقعی... پتا نہیں اس بے چاری کا کیا حال کیا ہو ان لوگوں نے۔" چچی جان نے ان کی تائید میں کہا۔

"وہ لوگ اسے مار ڈالیں گے۔ سکندر سے پوچھ لیں آپ انہوں نے ہماری موجودگی میں ہی اسے مارنا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ اس کے متعلق اتنی گری ہوئی باتیں کر رہے تھے کہ حد نہیں۔ وہ تو اس قدر سے ٹو ہے کہ ذرا سی بات اسے دنوں دکھی رکھتی تھی۔ پتا نہیں اس قدر ذلت آمیز سلوک سہار پائی ہوگی کہ نہیں۔"

"بس کرو رامین... رات سے یونہی رو رہی ہو۔" اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی اور آنکھیں شدت گریہ سے لال انگارہ۔ چچی جان نے اسے ساتھ لگایا تو وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر رو دی۔

*

ان کی رنگت زرد تھی اور ہونٹ پپڑی زدہ تھے۔ انہوں نے بہت ہمت کر کے کاؤنٹر پر موجود نرس سے ایک فون کال کرنے کی اجازت مانگی جو کہ اس نے کافی خوشدلی سے دے دی تھی۔ انہوں نے محض یادداشت کے سہارے نمبرز پش کیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ریسیور اٹھا لیا گیا۔

دوسری طرف سے کسی مرد کی مہذب سی آواز آئی۔ تو انہوں نے رامین سے بات کرنے کا کہا۔ دوسری طرف سے ان کے متعلق پوچھا گیا۔ تو ان کی آواز میں نمی اترنے لگی۔

"جی۔ میں اس کی دوست فاریہ کی امی بات کر رہی ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ جسٹ اے منٹ پلیز۔ میں ابھی اسے بلاتا ہوں۔" دوسری طرف عادل بھائی تھے وہ عجلت سے بولے۔ تھوڑی دیر میں رامین فون پر موجود تھی۔ اس نے بہت بیقراری سے فاریہ کے متعلق پوچھا تھا۔ رامین کی بے تاب اور رندھی ہوئی آواز پر وہ بھی ہمت کھونے لگیں۔ ابھی تک تو وہ جانے خود کو کیسے سنبھالے ہوئے تھیں۔

"میں۔۔۔ اسپتال سے بات کر رہی ہوں۔ اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ بے اختیار چیخی تھی۔ رگ و پے میں جیسے سنسناہٹ دوڑ اٹھی۔

"نروس بریک ڈاؤن۔۔۔" وہ بمشکل آنسو ضبط کر رہی تھیں۔ مگر لہجہ گلوگیر ہوا جا رہا تھا۔ "بس بیٹا تم آجاؤ تو تمہارا احسان ہوگا۔ میں یہاں بالکل اکیلی ہوں۔" ان کے لہجے میں کیا نہیں تھا۔ شرمندگی کا احساس التجا اور توقع۔

"میں۔۔۔ میں ابھی آرہی ہوں۔" رامین تو جیسے پاگل ہو اٹھی تھی فاریہ کے متعلق سن کر۔ انہوں نے تشکر آمیز لہجے میں اسے اسپتال کا نام اور روم نمبر بتایا۔ اور ریسیور رکھ کر نرس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ کمرے کی طرف بڑھیں۔ تھکن ان کے سراپا کو نڈھال کر رہی تھی۔

ساری رات فاریہ نے رو رو کر گزاری تھی۔ اس کے چہرے پر تھپڑوں کے واضح نشان تھے۔ لیکن روح پر پڑنے والی چوٹ اور اس کے نشان زیادہ تکلیف دہ تھے۔ زمان ملک کی اصل ذہنیت اب کھل کر سامنے آگئی تھی۔ یہ ان کی سنگدلی کی انتہا تھی کہ وہ جوان بیٹی پر بلاوجہ ہاتھ اٹھانے کے بعد شرمسار بھی نہیں ہوئے تھے۔ فاریہ کے دل و دماغ اک بھونچال کی زد میں تھے اسے باپ کی مار نے اتنا دکھ نہیں دیا تھا جتنا اس مار کے پیچھے چھپی "وجہ" نے دیا تھا۔ صبح تک اس کی طبیعت بگڑنے لگی۔ اس کا بخار اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ تب بہت مجبور ہو کر سائرہ بھاگتی ہوئی شوہر کا در کھٹکھٹانے لگیں۔ دروازہ عابدہ نے کھولا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے تیوریاں چڑھالیں۔

"کیا تکلیف ہوگئی ہے صبح صبح؟"

"وہ فاریہ۔۔۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اپنے آنسو روک نہیں پائیں۔ مگر اس پر خاک اثر نہیں ہوا بڑی نخوت سے بولی۔

"شکر کرو کہ زندہ ہے۔ اور وہ سو رہے ہیں اس کے لیے میں ان کی نیند تو خراب کرنے سے رہی۔ انہیں تو اس پر اس قدر غصہ ہے کہ اب سامنے آئی تو شاید مار ہی ڈالیں اسے۔"

سائرہ بڑی بے بسی اور لاچاری سے پلٹیں۔

اس کے بعد انہوں نے گیٹ پر جا کر خود رکشہ روکا۔ اور فاریہ کو بدقت تمام لے کر اسپتال پہنچنے تک ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور دل محو مناجات رہا۔

"اے خدا۔ تو بزرگ و برتر ہے۔ میری بچی کو تندرستی عطا فرما۔ میں نے تجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔ تو نے مجھے جس حال میں رکھنا چاہا میں اسی میں راضی برضا ہوگئی۔ میں نے کبھی تجھ سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنے لیے کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا۔ لیکن آج مانگ رہی ہوں۔ میری بیٹی پر اپنی رحمت کا سایہ کرنا پروردگار۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ اتنے برسوں سے وہ دعا نہ مانگ کر اپنے لیے مصیبتوں کا آلام جمع کر رہی تھی۔ وہ خدا ہے رحیم و کریم ہے تو بے نیاز بھی ہے۔ اس سے مانگو اسے پکارو تو وہ دیتا ہے اور ایسے دیتا ہے کہ نہال کر دیتا ہے۔ وہ قادر ہے ہر شے دینے پر اس کے باوجود اس سے نہ مانگنا اسے خفا کرنے کے مصداق ہے۔ حیلہ کرنے سے وسیلہ بنتا ہے۔ سائرہ ملک اتنے سالوں سے

کسی معجزے کے انتظار میں رہی تھیں مگر انجان تھیں کہ معجزے کبھی کبھار ہی ہوتے ہیں۔

رکشے والے کو دینے کے لیے ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اس کی طرف بڑھائی تو وہ

"کوئی بات نہیں بی بی آپ بیٹی کو جلدی سے اندر لے جائیں۔" کہہ کر چلا گیا۔ تب خدا پر سائرہ کا ایمان پھر سے مضبوط ہونے لگا تھا۔ ابھی خدا کی بنائی اس دنیا میں مروت اور انسانیت کے جذبات پوری طرح مردہ نہیں ہوئے تھے۔

زمان ملک کو فون کر کے صورتحال بتانے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہاسٹل کے ڈیوز اور میڈیسن کے بل چکانے کے لیے بھی ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے بہت شرمسار ہو کر ایک نرس سے بات کرنے کے بعد اپنا لاکٹ، ٹاپس اور انگوٹھی اس کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔

"یہ سب یہاں نہیں چلتا۔"

ڈاکٹر کو پتا چلا تو وہ خفا ہونے لگی۔

"دیکھیں میں بہت افراتفری میں بیٹی کو لے کر آئی ہوں۔ جب میں پیسے ادا کروں گی تو یہ چیزیں واپس لے لوں گی۔"

پھر کچھ سائرہ کی پر تمکنت شخصیت کا اثر تھا، کچھ اس وقت اس کی دگرگوں حالت کا احساس تھا۔ ڈاکٹر خاموشی سے لوٹ گئی۔ سائرہ کی چیزیں اس کے پاس ہی تھیں۔ وہ خدا کا شکر ادا کرنے لگیں جس نے ایک مشکل آسان کر دی۔ زمان ملک کی بے اعتنائی اور سنگ دلی نے انہیں بھی متنفر کر دیا تھا۔ انہوں نے ساری عمر اس شخص کی بے جا سختیوں اور بے اعتنائیوں کے باوجود تقریباً" اسے سجدہ کرتے گزاری تھی۔ وہ ان عورتوں میں سے تھیں جو "شوہر جیسا بھی ہو خدا کے بعد اسے رتبہ دو۔" جیسے افکار رٹ کر سسرال آتی ہیں مگر اب جو سلوک زمان ملک نے بیٹی کے ساتھ کیا تھا۔ وہ قطعی غیر انسانی تھا اور اس نے سائرہ کے اندر کی عورت کو جگا دیا تھا جو فقط ایک ماں تھی۔ انہوں نے سوچ لیا کہ خدا نے ایک مشکل کا حل نکلا ہے تو باقی بھی حل ہو جائیں گی۔ انہیں زمان ملک سے کوئی توقع نہیں تھی۔ جس کی بربریت بیٹی کو اس حالت تک پہنچانے کی ذمہ دار تھی۔

سائرہ نے مسکن دواؤں کے زیر اثر بے سدھ پڑی فاریہ کو دیکھا۔ اس کے بازو میں ڈرپ لگی تھی۔ جو قطرہ قطرہ اسے توانائی بخش رہی تھی۔ اس کے چہرے پر مار کے نشانات دیکھ کر ان کی آنکھیں پھر سے چھلکنے لگیں۔ انہیں نہیں یاد تھا کہ انہوں نے کبھی فاریہ پر ہاتھ اٹھایا ہو۔ حالانکہ وہ اچھی خاصی ضدی بچی تھی۔ بڑے ہونے کے بعد تو وہ باقاعدہ ماں سے بحث کے دوران الجھنے لگتی مگر پھر بھی سائرہ کو کبھی اس پر غصہ نہیں آیا تھا۔ وہ مطمئن رہتی تھیں کہ اس طرح اس کے دل کی بھڑاس نکلتی رہتی ہے۔ اور اب زمان ملک نے اسی پھولوں سی نازک بیٹی کو اتنی بری طرح مارا تھا کہ ان کا سینہ چھلنی ہوا جا رہا تھا۔ انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے، بہت نرمی سے اس کے بالوں کو سمیٹا اور جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ ان کے آنسو اس کے چہرے کو بھگو گئے۔

"مجھے معاف کر دینا میری بچی..... تیری ماں بہت کمزور عورت ہے۔"

وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ اس کی رنگت ہلدی جیسی ہو رہی تھی جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ چند گھنٹوں میں اس کی ساری شادابی کھو کر رہ گئی تھی۔

رامین، سکندر اور بھابی کے ساتھ اسپتال پہنچی تھی۔ فاریہ کی حالت دیکھ کر وہ جیسے سکتے کی سی کیفیت میں آ گئی۔ سکندر تو فوراً" ہی باہر نکل گیا۔ طیش کی لہریں اس کے خون کو کھولانے لگی تھیں۔ بھابی بھی تاسف سے فاریہ کو دیکھ رہی تھیں۔ رامین، سائرہ سے لپٹ کر رو دی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے مجھے روکا بھی تھا مگر میں زبردستی اسے ساتھ لے کر گئی تھی۔"

"تمہارا کوئی قصور نہیں۔ ہماری قسمت ہی ایسی

ہے۔" انہوں نے بمشکل آنسو ضبط کرتے ہوئے رامین کو احساس جرم سے نکالنے کی سعی کی۔

"فاریہ کو ہوش نہیں آیا ابھی تک؟" وہ یک لخت فاریہ کی طرف مڑی تھی۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں بتایا۔

"آئی تھی ہوش میں، پہلے تو کچھ بولی ہی نہیں۔ پھر ایک دم سے رونے اور چیخنے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ڈاکٹر اسے نیند کا انجکشن لگا کر گئی ہے۔"

"سارا قصور میرا ہے۔" وہ فاریہ کے پاس بیٹھی اس کا ہاتھ تھام کر پھر سے رونے لگی۔

"نہیں بیٹا! اس گھر کے مکین ہی سنگ دل ہیں۔ مجھے ساری عمر ہوگئی ہے ان سے ماتھا پھوڑتے مگر ان کے وجود سے محبت کے سوتے نہیں پھوٹے۔" سائرہ بہت دل گرفتگی سے بولیں۔

"اور آپ نے اجلال بھائی کو مطلع کیا؟" اسے اچانک یاد آیا تھا۔ سائرہ تھکے تھکے سے انداز میں کاؤچ پر بیٹھ گئیں۔ رامین نے استعجاب سے انہیں دیکھا۔

"میں...... خوف زدہ تھی۔ پہلے ہی انہیں اس پر بہت غصہ ہے' انہوں نے اس کا گھر میں آنا بند کر رکھا ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولیں۔

رامین نے لب بھینچ کر فاریہ کے زرد چہرے پر نظر ڈالی۔ پھر جھک کر اس کی پیشانی چوم لی اور اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"میں اجلال بھائی کو فون کرتی ہوں۔ حالانکہ آپ کو سب سے پہلے یہی کام کرنا چاہئے تھا۔" اس کے انداز میں شکوہ تھا۔ وہ پھیکے انداز میں مسکرادیں۔

"بس پہلے تمہارا نام ذہن میں آیا۔ سو تم لوگوں کو زحمت دے دی۔"

"ارے آنٹی۔ کمال کرتی ہیں آپ۔" بھالی نے دلی خلوص سے کہتے ہوئے ان کے ہاتھ کو تھپکا۔ "فاریہ بالکل ہماری رامین کی طرح ہے ہمارے لیے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔"

رامین باہر نکلی تو کاؤنٹر پر سکندر کو لیڈی ڈاکٹر سے محو گفتگو پایا۔ رامین نے اجلال کو فون کیا تو اس کی امی سے بات ہوئی۔ وہ خود آفس میں تھا۔ رامین نے فاریہ کی دوست کی حیثیت سے اپنا تعارف کرانے کے بعد انہیں مختصراً فاریہ کی خرابی طبیعت سے آگاہ کیا اور انہیں تاکید کی کہ وہ اجلال کو ہمراہ ضرور لائیں۔ اسپتال کا نام اور روم نمبر بتا کر فون بند کر کے وہ مڑی تو سکندر فارغ محو انتظار تھا۔ وہ دونوں کوریڈور کی طرف بڑھنے لگے۔

"کیا کہہ رہی تھیں ڈاکٹر......؟"

"ایوری تھنگ ول بی فائن...... بس اسے پرسکون رہنے دیا جائے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ رامین نے اس کا چہرہ دیکھا اور آہستگی سے بولی۔

"وہ ہوش میں کب آئے گی؟"

"بالکل ٹھیک ہے وہ، بس شدید ذہنی دباؤ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ اور ویسے بھی جیسا عالم کل رات ان کے گھر میں تھا اگر یہ لڑکی شروع سے وہ برداشت کرتی آرہی ہے تو پھر اس کے برداشت کی داد دینا پڑتی ہے۔" وہ چلتے چلتے کمرے کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ "اور ہاں۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ "یہ آنٹی نے ڈاکٹر کے پاس رکھوائے تھے۔" اس نے لاکٹ سیٹ نکال کر رامین کی طرف بڑھایا تو وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"آئی تھنک ان کے پاس اسپتال کے چارجز ادا کرنے کے لیے اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ تاسف سے پر لہجے میں بولا۔

"تمہیں کہاں سے مل گئیں یہ چیزیں؟" اس کا استعجاب فطری تھا۔

"میں نے سب ڈیوز پے کردیے ہیں۔ یہ سب کچھ آنٹی کو دے دو۔"

"اوہ۔" وہ حیرت زدہ سی تھی۔ "سکندر تم اتنے اچھے تو کبھی نہیں تھے۔"

اس نے تاسف سے رامین کو دیکھا۔ "حسرت ہی رہے گی کہ تم کبھی سنجیدگی سے میری اچھائیوں پر غور کرو۔"

"اچھا اب فضول مت بولو اور کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو۔ آنٹی بے چاری جانے کب سے بھوکی ہوں گی۔" رامین نے فوراً اسے ٹہلایا تھا۔ سکندر نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"ایمان سے اس وقت تمہاری شکل اور عادتیں بالکل میری ہونے والی بیوی سے مل رہی ہیں۔" اس کی برجستگی اور ذو معنویت رامین کو جھینپنے پر مجبور کر گئی۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر کمرے میں گھس گئی۔

اجلال اور اس کی والدہ بھی اسپتال آپہنچے تھے۔ فاریہ اب ہوش میں تھی مگر بالکل خاموش اور گم صم۔ رامین اس کے پاس اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی۔ اس کی ڈرپ بھی اتاری جاچکی تھی۔

فاریہ کی خالہ طاہرہ بہت اچھی خاتون تھیں۔ انہوں نے فاریہ کو بہت سارا پیار کیا۔ سائرہ بہن کو سامنے پاکر پھر سے بکھرنے لگیں۔

"آنٹی پلیز... وہ پہلے ہی بہت ٹینس ہے۔" بھابی نے فوراً انہیں فاریہ کی طرف سے محتاط کیا تو وہ خالہ کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئیں۔ اجلال کاوچ پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس نے پہلی نگاہ کے بعد دوبارہ فاریہ کی طرف نظر نہیں کی تھی۔ سکندر کھنکارا۔

"بھابی ڈیئر۔ میرا خیال ہے کہ میں آپ کو ڈراپ کر آؤں۔" سکندر کے متوجہ کرنے پر وہ چونکیں۔

"ہاں... ہاں ٹھیک ہے۔ حسن تنگ کر رہا ہوگا امی کو۔"

"میں ان لوگوں کو باہر تک چھوڑ کے آتی ہوں۔" رامین جان بوجھ کر سکندر اور بھابی کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔

کمرے میں ایک دم سے خاموشی چھاگئی۔ اجلال نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ خلا میں نگاہیں جمائے گم صم تھی۔ اجلال نے بہت غور سے اسے دیکھا۔ ابھی چند گھنٹے پہلے وہ کھلا ہوا گلاب لگ رہی تھی۔ اور اب بالکل ماند پڑگئی تھی۔ اجلال کی آنکھوں میں سرخی پھیل گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستگی سے قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ اس کے لب بھینچے ہوئے تھے۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر ہی بیٹھ گیا۔

"فاریہ۔" اجلال کے دھیمی آواز میں پکارنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا یہ سب...؟"

اجلال نے بہت ضبط کے ساتھ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔ وہ خاموش رہی بس اس کی نگاہوں میں نمی کی چادر اتر آئی۔

"پلیز فاریہ... ٹیل می۔" اجلال نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ اس نے شدت کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ مگر اس کے بے آواز بہتے آنسو "کچھ ہے" کا واضح ثبوت تھے۔ اس کے چہرے پر چھپے انگلیوں کے نشان اجلال کو کچھ سمجھا بھی رہے تھے اور الجھا بھی رہے تھے۔

"فاری پلیز... اتنا مت آزماؤ میری برداشت کو۔" وہ بہت بے بسی سے بولا تھا۔ اور یہ اس کا لہجہ ہی تو تھا جو فاریہ کو خود ساختہ خول میں قید نہیں ہونے دیتا تھا۔ وہ جو بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی اجلال نے لحظہ بھر کو آنکھیں موند کر گہری سانس لی تھی۔ پھر بہت نرمی سے اس کے بالوں کو سہلایا۔

"نہیں... میں اب دوبارہ کبھی اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔ اجلال تم... تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں وہاں گئی تو مر جاؤں گی۔" وہ بری طرح بکھر گئی تھی۔ اجلال ششدر تھا۔ کہاں تو وہ فاریہ جو اس کی ایک نگاہ پر حیا سے سمٹ جایا کرتی تھی اور کہاں یہ کہ... اسے کسی شدید گڑبڑ کا احساس ہونے لگا۔

"اوکے... ناؤ ریلیکس فاریہ۔" اجلال نے اس کا سر تھپکا اور بہت نرمی سے بولا مگر وہ یونہی روتے ہوئے بولتی رہی۔

"اب میں اس شخص کی بیٹی نہیں رہی۔ اس نے ہر رشتہ ختم کردیا مجھ سے" اس نے اپنی بیوی کے کہنے میں آکر اتنی گری ہوئی باتیں کیں مجھ سے، اپنی بیٹی سے۔ ایسی باتیں کوئی باپ اپنی بیٹی سے نہیں کہہ

سکتا۔ اس لیے وہ شخص میرا باپ نہیں۔ اور۔۔۔۔ اور اس نے مجھے سکندر کے ساتھ۔۔۔۔ وہ تو میرے بھائیوں جیسا ہے بالکل اور اس شخص نے محض اس لیے مجھے مارا۔ آئی ہیٹ ہم اجلال۔۔۔۔"

آہستہ آہستہ اس کی آواز مدھم ہوتی چلی گئی۔ وہ رو رہی تھی۔

اجلال سختی سے لب بھینچے بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ فاریہ کے سر پر تھا اور آنکھوں میں سرخی اتری ہوئی تھی۔

"بس کرو فاریہ۔۔۔۔ اب تمہیں بالکل بھی رونا نہیں ہے۔" اجلال نے اسے شانوں سے جکڑ کر اپنے سامنے کیا اور بے لچک انداز میں بولتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اس کے رخساروں کو صاف کیا۔

"میں۔۔۔ کبھی بھی نہیں روؤں گی۔ مگر۔۔۔۔ مگر تم پلیز مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ لے جاؤ گے نا مجھے۔۔۔۔ اجلال میں بس تمہارے ساتھ جاؤں گی۔" وہ بہت خوف زدہ تھی۔ اجلال نے نچلا لب دانتوں تلے سختی سے دبا کر اسے دیکھا۔ پھر بہت نرمی اور محبت سے بولا۔

"میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ بلیو می فاریہ۔ بی کاز آئی ریئلی لو یو۔ تمہارے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں۔۔۔ بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔"

"اور۔۔۔ اگر وہ شخص اور وہ عورت وہاں بھی آ گئے تو۔۔۔؟" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی تو اجلال نے بمشکل ضبط کیا۔

"وہ نہیں آ سکتے وہاں۔۔۔۔"

"کیوں نہیں آ سکتے۔ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔" وہ ایک دم پھٹ پڑی تھی۔ "وہ ہر جگہ جا سکتے ہیں۔ انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔" اجلال اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ سائرہ اور طاہرہ فوراً" اندر بھاگی تھیں۔ وہ چیخ رہی تھی رو رہی تھی۔ سائرہ نے لپک کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔

"امی۔۔۔ امی میں اب کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔ آپ سب سے کہہ دیں میں اس گندے شخص کی بیٹی [illegible] شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ۔۔۔۔ آپ اجلال سے کہیں ناں یہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔ یہ تو ابو جیسا نہیں ہے نا۔۔۔ آپ کہیں ناں اس سے۔۔۔"

وہ مچل رہی تھی، بکھر رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھی۔ اجلال تیزی سے باہر نکل گیا۔ رامین جا کر ڈاکٹر کو بلا لائی تھی۔

"رامین! کیا ہوا ہے فاریہ کو؟"

اجلال کوریڈور میں بینچ پر بیٹھی رامین کے پاس کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے، بہت تھکے تھکے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ رامین نے چند ثانیوں تک جیسے الفاظ اور ہمت مجتمع کی اور الف سے ے تک ساری بات اسے بتا دی۔

اجلال کا چہرہ اشتعال سے سرخ پڑ گیا تھا۔

"اور سکندر تو پہلی بار کل ہی ملا تھا فاریہ سے۔۔۔۔ وہ تو ٹھیک طرح سے اسے جانتا بھی نہیں آپ یقین کریں۔"

"پلیز رامین۔۔۔" وہ یک دم بے چینی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے انداز میں شکوہ تھا۔ "کیوں صفائیاں پیش کر کے مجھے میری نظروں میں گراؤ تو مت۔"

"آئی ایم سوری اجلال بھائی۔" وہ شرمسار سی ہو گئی۔

"وہ شخص اس قدر گر جائے گا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔" اس نے ضبط کرنے کی کوشش میں مٹھیاں بھینچی تھیں۔ رامین نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"بھی تو میں ساتھ تھی۔ خدانہ کرے کہ اگر سکندر یا آپ اسے چھوڑنے چلے جاتے تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔"

"آئی ول شوٹ ہم۔" اجلال نے پھنکارتے ہوئے دیوار پر مکا دے مارا تھا۔

"ریلیکس برادر۔" سکندر جانے کب چلا آیا تھا۔ اس نے اجلال کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ "یہ دیوار اسپتال پراپرٹی میں شامل ہے۔ تمہارے یہ ہتھوڑے جیسے مکے اسے توڑ سکتے ہیں اس لیے ذرا ضبط جذبات سے کام لو۔" وہ اس قدر رسان سے کہہ رہا تھا کہ اجلال خفیف سا ہونے لگا۔

"تم جاؤ اندر اور خواتین کو کچھ کھانے کے لیے پیش کرو۔" سکندر نے رامین کو ٹرخایا تو وہ اسے گھورتے ہوئے چلی گئی۔

"آئی ایم سوری سکندر۔۔۔ فاریہ کی وجہ سے تمہیں شرمندہ ہونا پڑا۔"

وہ دونوں باہر لان میں آگئے تھے۔ اجلال کے شرمسار سے انداز پر سکندر نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مضحکہ خیزی سے کہنے لگا۔ "اٹس او کے یار۔۔۔ جس کے اندر گند ہو گا وہی اگلے گا نا۔ اور وہ میرے جیسے کسی ذہین بندے نے کیا خوب کہا ہے۔ جو کچھ جگ میں ہوتا ہے وہی گلاس میں آتا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ یہ شرمندگی، شرمساری اور معذرتیں سکندر کے مزاج کا حصہ نہیں تھیں۔ اس لیے وہ الجھن محسوس کر رہا تھا۔ اجلال اس کا انداز اچھی طرح سمجھ گیا تھا اس لیے اس نے فوراً" موڈ بدل لیا۔

"ویسے تم اس کی طرف سے سوری کہہ رہے ہو۔ یہ پاور آف اٹارنی تو بس شوہروں کے پاس ہی ہوتی ہے کہیں تم بھی تو یہی غلطی نہیں کرنے جا رہے؟" سکندر کا انداز حد درجہ شرارتی تھا۔ اجلال کو اس کی بات نے بہت لطف دیا وہ بے ساختہ خوش دلی سے ہنسا تھا۔ پھر ذرا شرارت سے بولا۔

"اوں۔۔۔ کچھ ایسا ہی ہے۔"

"آئی ایم ہیبی۔۔۔ شی از جسٹ لائک مائی سسٹر۔" سکندر بہت پر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"اوہ۔۔۔ یعنی ایک اچھا خاصا معقول آدمی مستقبل میں سالا کہلوانے والا ہے۔" اجلال کی برجستگی سکندر کو سٹپٹانے پر مجبور کر گئی۔ پھر دونوں کا قہقہہ ایک ساتھ بلند ہوا تھا تو دونوں کی گھٹن جیسے کم ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

♣ ـــــ ✳ ـــــ ♣

اسپتال سے لوٹنے پر ایک اور ہنگامہ ان کا منتظر تھا۔

"جہاں سے آئی ہو وہیں لوٹ جاؤ دونوں۔" زمان ملک کی آنکھوں میں تو جیسے خون اتر آیا تھا۔ فاریہ تھکے ہارے انداز میں ستون سے ٹیک لگائے کھڑی ایک ٹک باپ کو دیکھے جا رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں زمان۔۔۔ فاریہ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ میں نے آپ کو بتانا چاہا مگر آپ سو رہے تھے اس لیے میں اسے اسپتال۔۔۔"

"تو اسپتال کون سا کسی دوسرے سیارے پر تھا کہ فون پر بھی اطلاع نہیں کی۔" سائرہ کی لرزیدہ آواز پر عابدہ کی پاٹ دار آواز غالب آگئی۔ تو انہوں نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

"خدا کا خوف کرو عابدہ۔۔۔ تم تو اچھی طرح جانتی ہو۔"

"مجھے تو تم معاف ہی رکھو۔" عابدہ نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے ہاتھ جوڑے تھے۔ "ہر بات میں مجھے مت گھسیٹا کرو۔"

"چلو تم دونوں دفع ہو جاؤ اب۔" زمان ملک کی قوت برداشت جیسے جواب دے گئی تھی۔ وہ دہاڑے تو سائرہ گھبرا کر اونچی آواز میں رونے لگیں۔

"ایسی ڈھٹائی نہ کہیں دیکھی نہ سنی۔" عابدہ بڑبڑائی تھی۔

"زمان! آپ بے شک اسپتال سے کنفرم کر لیں۔ خدا کے لیے میرا یقین کریں۔" سائرہ نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے منت کی تھی۔

فاریہ ساکت و گم صم جیسے کوئی فلم یا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل و دماغ اس وقت ہر قسم کے جذبہ و خیال سے پاک تھے۔

"حد ہوتی ہے بے غیرتی کی سائرہ۔۔۔ تم نے انہیں سمجھ کیا رکھا ہے۔ غضب خدا کا جوان لڑکی کو لے کر تین راتیں جانے کہاں گزار آئیں اور اب یوں معصومیت دکھائی جا رہی ہے۔ تمہیں تو نہیں مگر ہمیں زمانے کی پروا ہے۔ اور پھر ملک صاحب کوئی بچے نہیں کہ ایسی بے غیرتی برداشت کر لیں، آخر کو ہماری بھی جوان بیٹی ہے گھر میں۔"

زمان ملک پر سائرہ کی بات کارگر نہ ہو جائے اسی

خوف سے عابدہ ان کے کچھ سوچنے سے پہلے ہی بول اٹھی اور یوں بولی کہ زمان ملک کا خون کھولنے لگا۔ چہرے کی رگیں تن گئیں اور آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔

"ذلیل عورت..... نکل جاؤ یہاں سے۔ گندگی کی پوٹ۔" زمان ملک نے زوردار تھپڑ سائرہ کے منہ پر دے مارا تھا۔ "چٹاخ" کی آواز پر فاریہ کا سکتہ جیسے ٹوٹا تھا اور سائرہ..... وہ یوں استعجاب و بے یقینی سے زمان ملک کی طرف دیکھ رہی تھیں جیسے انہیں مرتے دم تک ان سے اس حرکت کی توقع نہ تھی۔ ذلت اور شرمندگی کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ رو بھی نہیں پا رہی تھی۔

زمان ملک کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا وہ پھر سے آگے بڑھے سائرہ کے چہرے پر خوف کی زردیاں کھنڈنے لگیں۔ مگر تبھی بت بنی کھڑی فاریہ تیزی سے آگے بڑھی تھی۔

"اسٹاپ اٹ..... زمان ملک....."

اس کا لہجہ اس قدر نفرت اور حقارت سے پر تھا کہ لحظہ بھر کو زمان ملک کی آنکھوں میں بھی حیرت چمکی تھی۔ مگر دوسرے ہی لمحے ان کا غصہ عود کر آیا۔ وہ اس کی طرف بڑھے تو وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"اگر آپ نے دوبارہ یہی حرکت کی تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔" وہ ڈری نہیں زمان ملک کے تیوروں سے۔ انگشت شہادت اٹھا کر وہ بڑے نڈر لہجے میں بولی۔ اس کے انداز میں عجیب سی بے خوفی تھی اور تیور انجام سے بے پروا۔

"تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ آوارہ۔ میں تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔" وہ دانت کچکچا کر نفرت سے بولے تو وہ غرائی۔

"مائنڈ یو زمان ملک..... تم ہمیں گھر سے نکال رہے ہو۔ آج اور اسی وقت سے میرا اور تمہارا رشتہ ختم ہوا۔ اب دوبارہ میرے لیے تم نے کوئی گرا ہوا لفظ استعمال کیا تو میں خاموش نہیں رہوں گی۔"

اس کے سرسراتے ہوئے لہجے پر زمان ملک گنگ سے رہ گئے۔

اس نے بڑی نرمی اور احتیاط سے آگے بڑھ کر ماں کو سہارا دیا تھا اور خاموشی سے گیٹ کی طرف پلٹی۔ عابدہ کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ رکی نہیں تھی۔

"تم عورت نہیں عورت کے نام پر ایک دھبہ ہو۔ اور جو کچھ تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے وہ ہمیشہ یاد رکھنا۔ خدا نے وعدہ کیا ہے مکافات عمل کا۔ میں نے تمہارے لہجے کا غرور دیکھا ہے کہ "میری جوان بیٹی ہے اس گھر میں۔" اب ذرا دھیان رکھنا کہ تمہاری وہ جوان بیٹی کب تک گھر میں رہتی ہے۔" اس کے چہرے کے ناقابل فہم تاثرات اور پرسکون آواز لحظہ بھر کو عابدہ کو سنسناہٹوں میں دھکیل گئی۔ وہ فاریہ کے اس ناقابل یقین روپ سے ڈر سی گئی۔ مگر اتنی جلدی اثر لینے والی وہ نہیں تھی۔

"بکواس مت کرو۔ میری بیٹی تم جیسی آوارہ نہیں ہے۔" وہ تلملائی۔

"ہاں....." فاریہ عجیب سے انداز میں مسکرائی۔ "مجھ جیسی تو وہ واقعی نہیں ہے۔"

اس کے بعد وہ وہاں ایک پل بھی نہیں رکی۔ سائرہ کے نیم جان وجود کو سہارا دیے وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر باہر نکل گئی۔ عابدہ نے سکھ کی سانس لی تھی۔

♣ ---- ✳ ---- ♣

"فاریہ..... کیا کر رہی ہو اندر اجلال آیا ہے۔"

بک سامنے رکھے بڑی دل جمعی سے پڑھتی فاریہ، سائرہ کی آواز پر چونکی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے پر سوچ انداز میں بک بند کی تھی۔

"یہ تو خفا تھا مجھ سے....."

وہ ہلکے سے شانے جھٹک کر کرسی دھکیل کر اٹھی اور بالوں کو پونی میں جکڑ کر دوپٹا سلیقے سے پھیلاتی ٹی وی لاؤنج میں آئی۔ وہ سامنے صوفے پر براجمان تھا۔

"السلام علیکم....."

اس کی دھیمی سی آواز پر اجلال نے اسے دیکھے بغیر سلام کا جواب دیا اور دوبارہ سائرہ سے بات کرنے لگا۔ وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔

"بیٹھو نا....." سائرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تو

اس نے گہری سانس لی۔

"آپ بیٹھیں میں کولڈ ڈرنک لے کر آتی ہوں۔"

وہ فوراً پلٹ گئی تھی۔ جھنجلاہٹ پورے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

"یہ صحیح طریقہ ہے۔ منہ بنا کر بیٹھ گیا ہے۔۔۔ پتا نہیں میری بات کیوں نہیں سمجھتا۔"

وہ تیس سے گلاسوں میں پیپسی ڈالتے ہوئے جھنجلا کر سوچ رہی تھی۔ اتنا ہی اجلال پر غصہ بڑھ رہا تھا۔ وہ بمشکل خود کو نارمل کرتی ٹرے اٹھائے لاؤنج میں چلی آئی اور ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر پہلے گلاس سائرہ کی طرف بڑھایا۔

"یہ لیں امی۔"

"میں نہیں پیوں گی۔ اجلال کو دو۔ سائرہ نے نرمی سے انکار کیا تو اس نے وہ گلاس ٹرے میں رکھ کر دوسرا گلاس اٹھایا اور اجلال کی طرف بڑھایا۔

"تھینکس۔"

اف۔۔۔ اس قدر روکھا لہجہ۔ فاریہ نے تلملا کر گلاس ٹیبل پر پٹخا تھا۔ وہ غصے سے بھری سرخ چہرہ لیے دھپ دھپ کرتی بیڈ روم میں چلی گئی۔ سائرہ کو اس کی یہ فضول حرکت بالکل پسند نہیں آئی تھی۔ وہ اجلال کے سامنے شرمندہ سی ہو گئیں۔

"پتا نہیں یہ اتنی بدتمیز کیوں ہوتی جا رہی ہے۔" ان کے لہجے میں شرمساری محسوس کر کے وہ مسکرا دیا تھا۔

"اس لیے کہ آپ اسے بہت ڈھیل دے رہی ہیں اور میری بات پر قطعی غور نہیں کر رہی ہیں۔" آخر میں وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔ وہ نادم سی ہو گئیں۔ دوپہر کو طاہرہ آپا بھی اسی سلسلے میں بات کر رہی تھیں یعنی فاریہ کو اپنی بہو بنانے کے لیے مگر فاریہ پتا نہیں کیوں مسلسل اس بات کو نظرانداز کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ ان دونوں کی پسندیدگی سے اچھی طرح آگاہ تھیں۔ مگر اب فاریہ کا رویہ انہیں الجھا رہا تھا۔

"پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے؟" وہ آزردگی سے بولیں۔ "جب سے یہاں آئے ہیں اس کی طبیعت عجیب سی ہو رہی ہے۔ ہنسنا مسکرانا تو جیسے بھول ہی گئی ہے۔"

"اس کی عادت ہے خود کو حساس ظاہر کرنے کی۔ میں تو دو منٹ میں اس کا دماغ سیٹ کر دوں گا۔ اور آج میں فائنل کر کے ہی جاؤں گا۔ کمال ہے یعنی مجھے درمیان میں لٹکا رکھا ہے۔" اجلال حد درجہ چڑ گیا تھا۔ اس نے گلاس اٹھا کر دو تین گھونٹوں میں کولڈ ڈرنک ختم کی اور اٹھا۔ میں بات کر لوں اس سے؟" اس نے سائرہ سے اجازت طلب کی تھی۔ بھانجے کے آر یا پار والے انداز پر وہ بیساختہ مسکرا دیں۔

"تم بھی کر دیکھو۔"

وہ دروازہ ناک کر کے اس کی اجازت سے پہلے ہی اندر داخل ہو گیا۔ وہ بیڈ سے ٹیک لگائے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کی آمد کو محسوس کر کے بھی اس نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور جیسے بڑے بے بس سے انداز میں بولا۔

"تم بہت بدتمیز ہو فاری، میں تم سے خفا ہوں اور حد یہ ہے کہ میں ہی تمہیں منا رہا ہوں حالانکہ یہ تمہاری ذمہ داری تھی۔"

"مجھے منانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اب کی بار اجلال نے ذرا غور سے اسے دیکھا۔ وہ بس رونے کے قریب تھی۔ اس کی آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ وہ بے بس ہونے لگا۔

"فاریہ پلیز۔ میں نے تم سے اتنا کہا کہ تم اور خالہ ہمارے ساتھ رہو مگر تم نہیں مانیں۔ اس کے برعکس رامین کی آفر تم نے قبول کر لی اور سکندر بے چارے کے فلیٹ پر قبضہ کر لیا۔ اتنی مشکلوں سے تو وہ فلیٹ والا ہوا تھا۔ اب وہ دوبارہ سے امتحان دینے کی سوچ رہا ہے۔ اور۔۔۔ سیریس لی فاریہ! یہ سب مجھے بہت ٹیز کرتا ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے تم یوں کسی اور کی زیر بار رہو۔ اور مشکل تو یہ ہے کہ میں تم سے ناراض بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ مذاق میں بات کرتے کرتے اچانک سنجیدہ

ہو گیا تھا۔

"واقعی۔۔۔ کتنی ذلت کی بات ہے کہ اپنوں کے ہوتے ہوئے۔۔۔۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں شکستگی سے بولنے لگی مگر آنسوؤں نے بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا۔

"فاریہ، میں ہوں نا۔" وہ بہت جذب سے بولا تھا۔ فاریہ نے آنکھیں رگڑیں۔

"ہاں۔۔۔" اس کے لبوں سے دبی دبی آہ نکلی تھی۔ "تم تو ہو مگر۔۔۔" وہ چپ سی رہ گئی۔ اس کے ٹوٹے ہوئے لہجے کی آزردگی کو اجلال نے اندر تک محسوس کیا تھا۔

"مگر۔۔۔؟ کیا میرے ہوتے ہوئے بھی ان بے معنی حروف کی ضرورت رہ جاتی ہے۔" اس کے انداز میں دبا دبا شکوہ تھا۔ فاریہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اس کے بالکل پاس اس کے بالمقابل بیٹھا تھا۔ اونچا لمبا شاندار مرد۔۔۔ اس کی توجہ کا طالب۔ اس کی محبتوں کے لیے پاگل۔۔۔ زندگی نے اسے کبھی خوشیوں بھرے لمحات کے قریب پھٹکنے نہیں دیا تھا مگر اجلال۔۔۔ یقیناً اس کے صبر کی بدولت اس کے لیے تحفہ ربی تھا۔ اس نے اپنی زور زور سے رونے کی خواہش پر بمشکل قابو پاتے ہوئے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں۔

"میں۔۔۔ جاب کر رہی ہوں۔" اس نے بڑے سرسری سے انداز میں بتایا تھا۔ جب کہ وہ بیٹھا اسے دیکھتا رہ گیا۔ پھر بے حد طنز سے بولا۔

"اجازت مانگ رہی ہو یا مطلع کر رہی ہو؟"

"اجازت مانگنے کی مجھے نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی تمہارا مقام۔" وہ خود پر جبر کرتے ہوئے دل میں اٹھنے والے درد کو دبائے بڑے سکون سے بولی تھی وہ اس کے غیر متوقع و غیر یقینی الفاظ پر ششدر رہ گیا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔۔ پاگل تو نہیں ہو گئیں تم؟" وہ یک لخت ہوش میں آکر غرایا تھا۔

"اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے؟" اجلال نے اس کے باغیانہ و جارحانہ تاثرات بغور دیکھے تھے۔ اس کے الفاظ اجلال کو اندر تک سلگا گئے تھے۔

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں جاب واب کی۔" وہ اکھڑ لہجے میں بولا۔ اس کا یہ روپ فاریہ نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ کبھی اس پر غصہ کرتا ہی کب تھا؟

"کیوں۔۔۔؟" اس نے تیوری چڑھائی۔ "ہمارے لیے کیا من و سلویٰ اترے گا؟" فاریہ کے لہجے کی تلخی کو اجلال نے بمشکل برداشت کیا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم لوگ میری ذمہ داری ہو اور یہ بات میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔" اجلال کے لہجے میں خفیف سی جھلاہٹ در آئی تھی۔ وہ واقعی اسے پاگل کیے دے رہی تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد جب رہائش کا مسئلہ ہوا تو اجلال اور طاہرہ خالہ کی ایک ہی ضد تھی کہ وہ دونوں ماں بیٹی ان کے ہاں رہیں۔ مگر اس کے جواب میں فاریہ نے رامین کے گھر والوں کی فراخ دلانہ آفر کو قبول کیا تھا اور اسی بات پر اجلال اس سے شدید ناراض تھا۔ اور اب جب کہ وہ اپنی تمام تر ناراضگی پس پشت ڈال کر اسے منانے آیا تھا تو اس نے ایک نیا شوشا چھوڑ دیا تھا۔

"دیکھو اجلال۔ تمہاری یہ ہمدردی قابل تعریف ہے مگر میں اس "ترس" کی عادی نہیں ہوں۔" وہ بہت ٹھنڈے لہجے میں بولی۔ غصے سے اجلال کا برا حال تھا۔

"بہت جلد احساس ہو گیا تمہیں میری ہمدردی کا؟" اس نے طنزیہ انداز میں اسے جتلایا تھا۔

"اچھا ہوا نا۔۔۔ ورنہ جانے کب تک اسی دھوکے میں رہتی۔" وہ اسی انداز میں بول رہی تھی۔ وہ پہلی مرتبہ اس کو جھاڑ بیٹھا۔

"شٹ اپ۔ بہت بکواس کرلی تم نے۔ اب اگر تم نے میری محبت کو ہمدردی یا دھوکے کا نام دیا تو مار ڈالوں گا تمہیں۔"

لمحہ بھر کو وہ ساکت بیٹھی رہی۔ اجلال کے انداز اس کی ہمت توڑے دے رہے تھے۔ مگر اسے ہر حال میں اپنی خودداری کا علم اونچا رکھنا تھا۔

"محبت۔۔۔؟" وہ یوں بولی جیسے یہ لفظ بالکل پہلی مرتبہ سنا ہو۔ پھر اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں کہنے لگی۔

"کمال ہے یعنی اب کسی کے ساتھ ہنس کے بات

کر لینا بھی محبت میں شمار کیا جانے لگا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو تم....؟" وہ یک لخت بر فیلے انداز میں بولا تھا۔ فاریہ کے انداز اسے کھٹک رہے تھے۔

"یعنی اب بھی کوئی وضاحت باقی ہے؟" اس نے زمانے بھر کی بے زاری اپنے لہجے میں سموئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جلد از جلد یہاں سے چلا جائے۔ جتنے ضبط کا مظاہرہ وہ کر رہی تھی اس سے زیادہ کا یارا اس میں نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پگھلنے میں اسے پل بھر بھی نہیں لگے گا۔

"ہاں.... باقی ہے وضاحت....." وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پھنکارا تھا۔ وہ سہم سی گئی۔ "تم کیا سمجھتی ہو کہ تم یوں دو چار فضول باتیں کر کے مجھے کانٹوں پر گھسیٹ کر خود کو ہر الزام سے بری کر لو گی؟"

وہ خائف سی ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے اٹھنے لگی مگر اس سے پہلے ہی اجلال نے اس کی کلائی جکڑ لی۔

"دیکھو اجلال.... یہ دھونس اور زور زبردستی والا معاملہ نہیں ہے۔ مم.... میں تم سے ایکسکیوز کرنے کو تیار ہوں اگر تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی تو....."

"غلط فہمی۔" وہ ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔ یہ نازک سی لڑکی اس قدر سنگ دل لگتی تو نہیں تھی پھر یہ پتھر دلی کیوں؟ وہ اس کی طرف جھکا اور ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔ اس کی سرخ آنکھیں فاریہ کے وجود میں کپکپاہٹ پیدا کرنے کو کافی تھیں۔

"تم یہ کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے خوش فہمی ہو گئی تھی؟" وہ شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے تلخی سے بولا تو اس کا دل تڑپنے لگا۔ وہ اپنا آپ کھل جانے کے خوف سے آنکھیں جھکا گئی۔

"تم.... تم کچھ بھی سمجھ لو۔" بمشکل اس نے کہا تھا اجلال چند ثانیوں تک گم صم سا اسے دیکھتا رہا۔

"اور وہ جو تمہارے چہرے پر میں نے اپنی نگاہ سے پھیلنے والے رنگوں کی دھنک دیکھی تھی وہ بھی جھوٹ تھی کیا؟ اور وہ جو میرے ہلکے سے لمس پر تمہاری آنکھوں میں محبتوں کے سارے خواب اتر آئے تھے کیا وہ بھی میری غلط فہمی تھے؟ اور وہ جو تم نے بہت بیساختگی سے اپنی محبت کا مجھے اعتبار دیا تھا کیا.... کیا وہ بھی....؟"

شعلگی اس کی فطرت میں تھی مگر فاریہ کے لیے وہ سراپا شبنم تھا۔ اب بھی لمحہ بھر میں اس کے لہجے میں بار اتر آئی۔ فاریہ کا وجود گویا سنسناہٹوں میں گھرنے لگا۔ بہت ضبط و برداشت سے کام لینے کے باوجود اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور آنسو بے اختیار پلکوں تک چلے آئے۔ وہ چپ چاپ اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"میں بہت بزدل ہوں، بہت کمزور ہوں میں.... میں کبھی وہ نہیں کر سکی جو میں نے چاہا۔"

اجلال نے گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا۔ وہ یوں رو رہی تھی جیسے ساری زندگی کا غبار اندر سے نکال دینا چاہتی ہو۔ اجلال نے اسے روکا نہیں بس اس کے بالوں کو سہلاتا رہا۔ رو رو کر وہ تھک گئی تو خود ہی چپ ہو گئی۔ مگر سر اس کے شانے پر سے نہیں اٹھایا۔ اجلال کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم بہت پاگل ہو اور بے وقوف بھی، تمہارا مان تمہاری عزت تمہاری انا سب سلامت ہیں اور تمہاری محبت تو اس نے اتاری ہی تمہارے لیے ہے پھر تم کیوں اس کی شکر گزار نہیں ہو۔ میں یہاں سے منہ پھلا کر جا بھی تو سکتا تھا مگر نہیں گیا کیوں کہ خدا کو بھی یہ بات پسند ہے کہ میں تم سے شادی کروں۔" وہ بہت ہلکے پھلکے لہجے میں بولا تو وہ آہستگی سے پیچھے ہٹی۔ اجلال نے اس کے سرخ چہرے اور آنکھوں کو بڑی دل چسپی سے دیکھا۔ وہ بہت خفا خفا سی لگ رہی تھی۔ شاید اپنا آپ کھل جانے کی وجہ سے۔

"اب بتاؤ کیا ٹینشن ہے تمہیں؟" اجلال نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بے بسی و بے چارگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔"

اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمکینی گھلی ہوئی تھی۔

"بے سائبانی کا احساس اس قدر شدید ہے کہ زندہ رہنا مجھے عذاب لگ رہا ہے۔ میں خود کچھ کرنا چاہتی ہوں اپنے لیے اپنی ماں کے لیے۔"

"تم یوں کرو کہ مجھ سے شادی کرلو۔ خالہ بھی خوش اور تمہیں تو میں ویسے بھی خوش ہی رکھوں گا بلکہ بڑے پیار سے رکھوں گا۔" وہ بہت سکون سے جواب دے رہا تھا۔ فاریہ کو پھر سے رونا آنے لگا۔ اس کی غیر سنجیدگی پر۔

"اب تم بھی مذاق اڑاؤ گے میرا۔"

"شٹ اپ فاریہ اینڈ ناؤ اسٹاپ دس نان سینس۔ اب اگر میں نے تمہاری کوئی فضول حرکت دیکھی یا کوئی بکواس سنی تو میں تمہیں شوٹ کردوں گا۔ حد ہوتی ہے خود ترسی کی بھی۔ صاف ظاہر ہورہا ہے کہ تمہیں میری محبتوں پر، میری چاہتوں کی بے غرضی پر شبہ ہے۔ اور یہ بات میں کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔" وہ یک لخت ہی سنجیدہ ہوگیا اس کے انداز سے دبا دبا غصہ جھلک رہا تھا۔ وہ ہراساں و متوحش سی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھڑا کیا۔

"تمہارا اس گھر میں رہنا مجبوری ہے مگر فقط چند دنوں کے لیے... کیوں کہ پھر تمہیں ہمیشہ کے لیے میرے گھر میں، میرے دل میں رہنا ہے۔" وہ بڑے رسان سے بولا تو فاریہ کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ اک چبھن سی تھی جو وہ لبوں تک آنے سے روک نہیں پائی۔

"اور... امی...؟"

"بے وقوف تم سے پہلے میرا رشتہ خالہ سے ہے اور یہ تم نے دماغ میں بھوسا بھر رکھا ہے نا اسے نکال دو۔ اگر میں تم سے شادی نہ بھی کروں تو خالہ ساری عمر میرے ساتھ میرے گھر میں رہیں گی۔" وہ مضحکہ اڑانے لگا تو وہ شرمسار سی ہوگئی۔ اپنی جذباتیت بھری حماقت پر شرمندگی ہونے لگی۔ وہ پل بھر میں اس کے چہرے پر پھیلی خجالت کی سرخی کو بھانپ گیا۔

"ہاں ہاں... بولو... کرلو سوری۔" جیسے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ اس نے کچھ کہنے کو لب وا کیے پھر اجلال کو دیکھا وہ نگاہوں میں جہان شوق سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سٹپٹا کر نظریں جھکا گئی۔ وہ بے ساختہ ہنس دیا اس کی ادا پر۔

"لگتا ہے کہ کوئی گستاخی آج ہو ہی جائے گی مجھ سے حسن کے حضور..." وہ اس کی طرف ذرا سا جھک کر مخمور لہجے میں بولا تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ نے اجلال کو ہلکا پھلکا کردیا۔ وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے باہر نکل گیا۔

* * *

سکندر نے پھر دھماکا کردیا تھا۔ وہ مزید پڑھائی کے لیے آکسفورڈ میں ایڈمیشن کروا رہا تھا۔ تائی اماں تو تڑپ ہی اٹھیں۔

"کوئی ضرورت نہیں فرنگیوں کی پڑھائیاں پڑھنے کی۔"

"امی پچھتائیں گی۔" وہ اپنے حصے کی رس ملائی کھانے کے بعد اب صبا سے شیئر کررہا تھا۔

"اس میں پچھتانے کی کیا بات ہے؟" بھابی حسن کو عادل بھائی کی گود میں بٹھاتے ہوئے خود بھی ان کے پاس بیٹھ گئیں۔

"وہاں جاکر ہی تو اسکوپ بنے گا۔ ہوسکتا ہے کہ آتی دفعہ ایک آدھ فرنگن ساتھ آجائے۔"

کئی دنوں سے اسی ٹاپک پر مسلسل بحث ہورہی تھی۔ چچا جان اور تایا ابا صوفے پر براجمان ان کی نوک جھونک پر مسکرا رہے تھے۔ صبا، سکندر اور رامین کارپٹ پر پڑے فلور کشن پر بیٹھے تھے جبکہ تائی اماں اور چچی جان صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"میں کہتی ہوں فضول باتیں مت کرو بس تم نہیں جارہے۔" تائی اماں نے اسے جھڑک دیا۔

"بھئی اگر اس کی دلچسپی ہے تو پھر آپ کیوں ٹوک رہی ہیں؟" تایا جان نے اس کا پورا پورا ساتھ دیا۔ تائی اماں خفگی سے انہیں گھورنے لگیں۔

"جانتے بھی ہیں اس کے بغیر مجھے دوسری سانس نہیں آتی۔"

"امی جان! میں آپ کی محبت کی قدر کرتا ہوں مگر میں کیا کروں مجھے جانا ہی ہو گا۔ منزل مجھے پکار رہی ہے۔" وہ غضب کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"اتنی عزت خدا نے دے دی ہے۔ وہ ہضم نہیں ہو رہی۔ اب اگر خدا نے بھرم رکھ ہی لیا ہے تو اسے قائم رہنے دو۔" رامین نے طنز کیا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

"یو مین کہ میری پوزیشن اتفاقی بات ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ چڑانے والے انداز سے شانے اچکا کر بولی۔ تو وہ تلملا اٹھا۔

"جیلس۔۔۔"

"جلے میری جوتی" وہ بھی اسی لب و لہجے میں بولی۔ یہ تخریب کارانہ گفتگو نہایت محتاط پیرائے میں ہو رہی تھی۔

"ظاہر ہے میں آکسفورڈ میں ایڈمیشن لے رہا ہوں اس کی تو جوتی تک جلے گی۔" اب کی بار سکندر نے بہت سکون سے اس کا دل جلایا اور ساتھ ہی چمچہ اس کے پیالے میں ڈالا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔؟" رامین کو بات کے ساتھ ساتھ اس کی حرکت بھی تپا گئی اس نے اپنا چمچہ اس کے ہاتھ پر رسید کر دیا۔

"اچھا اب بس کرو۔ لڑائی مت شرع کر دینا اور بھائی تم یہ مجھ سے لے لو۔" صبا نے سیز فائر کے طور پر اپنی رس ملائی سکندر کی طرف بڑھائی جولیا" اس نے اخلاقاً" بھی انکار نہیں کیا۔

"جیتی رہو۔ تمہارے لیے تو ضرور وہاں سے بھابی لاؤں گا۔" اس نے صبا کا سر چوم کر اسے تسلی دی تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"ہنہ۔۔۔ تمہیں تو وہاں کسی نے گھاس بھی نہیں ڈالنی" رامین نے اپنا رس ملائی کا پیالہ سکندر کی پہنچ سے دور رکھتے ہوئے اسے چڑایا۔

"اچھا ہے نا میں کھاتا بھی نہیں۔ البتہ تمہارے لیے ضرور لے آؤں گا۔" سکندر کے پُراطمینان جواب پر وہ سلگ اٹھی مگر اسی وقت چچا جان نے سکندر کو متوجہ کیا تو وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ صبا بے اختیار ہنس دی۔

"میں تو نوافل پڑھوں گی جب یہ جائے گا۔" اس کی تلملاہٹ ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ صبا نے گھور کر اسے دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ میرے سامنے میرے بھائی کے متعلق تم ایسے بیانات دے رہی ہو۔"

"تمہیں تو بس اپنے اس سگے کے علاوہ اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔" وہ فوراً" چڑ گئی۔

"کم آن رومی۔۔۔ اب تو کم از کم تمہارا بی ہیویر اس کے ساتھ اچھا ہونا چاہیے۔ اتنی دور جانے والا ہے سکندر۔" بھابی ان کے پاس آبیٹھیں۔

"جب جائے گا تب دیکھی جائے گی۔ یہ تو پورا بدروح ہے۔ چمٹے تو اترنے کا نام ہی نہ لے۔" وہ بھرپور اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولی۔ تو صبا کو غصہ آنے لگا۔

"تمہیں ایسا کیا کہہ دیا بھائی نے۔۔۔؟"

"آہاہ۔۔۔ ابھی بھی تمہیں وہ گنگا نہایا لگتا ہے۔۔۔" وہ چمک کر بولی۔ "کمینوں کا سردار ہے یہ۔"

"اور تم۔۔۔ ہر لڑائی تمہی شروع کرتی ہو۔ بھائی بے چارہ تو مروت میں اتنی ڈانٹ کھا لیتا ہے۔" صبا بھائی کی مکمل حمایت کر رہی تھی۔ یہ ناممکن تھا کہ کوئی سکندر کے خلاف بولے اور صبا سن کر خاموش رہ جائے۔

"اور اب تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تم بڑی ہو چکی ہو یہ عادتیں چھوڑ دو۔ خود تو اتنی لڑائیاں کرتی ہو جب بھائی کچھ کہتا ہے تو پھر فوراً" رونے لگ جاتی ہو۔" وہ تمام تر ذمہ داری رامین پر ڈال رہی تھی۔ صبا کے بے گانہ سے تیور اور اکھڑا سا انداز رامین کو ہکا بکا کر گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی خودداری اور غصہ عود کر آیا۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رامین چل کے کھانا لگانا شروع کرو۔"

اسے فارغ دیکھتے ہی چچی جان نے حکم صادر کیا تو وہ خود پر بمشکل قابو پاتی کچن کی طرف چل دی۔ صبا بھی اس کے ساتھ ہوتی اگر گرما گرم لڑائی نہ ہوئی ہوتی تو۔ وہ جلتی بھنتی بھری آنکھوں سے ٹیبل پر برتن لگا رہی تھی۔ تبھی سکندر چلا آیا۔ اس نے فوراً" سے آنکھیں

رگ رگ میں کہ وہ تو پر کا کوا بنانے میں ماہر تھا۔
"تم کہاں منہ اٹھائے چلے آرہے ہو؟" غصہ تو تھا ہی اور پھر جو چیز غصے کا محرک تھی وہ خود بخود سامنے آگئی تھی تو اس نے بھی لہجے پر قابو پانا مناسب خیال نہیں کیا۔
"ہیں... یعنی کہ منہ رکھ کے بھی آیا جاسکتا ہے؟" وہ آنکھیں پٹپٹا کر بڑی سادگی سے پوچھ رہا تھا۔
"آئی ایم سوری کزن اگر معلوم ہوتا تو اسے اٹھا کے لانے کی بجائے کمرے میں ہی رکھ آتا۔" اس نے طویل سانس لے کر جیسے اپنا غصہ سرد کرنے کی کوشش کی اور مڑ کر فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر پلٹی اور جگ میں انڈیلنے لگی۔
"پھپھو تمکی میں اس لیے کچن میں آیا ہوں کہ ذرا ہماری انڈر اسٹینڈنگ بڑھے سنا ہے یورپ میں میاں بیوی اکٹھے ہر کام کرتے ہیں میں نے سوچا تمہاری ہیلپ کردوں۔" وہ بڑے مزے سے سلاد میں سے ٹماٹر چن کے کھاتا اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ وہ بھنا کر اس کی طرف پلٹی۔
"تم اپنا یہ جوگنگ کا کورس ہے نا وہاں جا کے کسی گوری کے ساتھ پورا کرنا۔ میرے سر پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں۔"
"ہائے... دل کی جلن کیسے ہمک کر باہر آرہی ہے۔ چ... چ قسم سے رامین تم واقعی مشرقی دوشیزہ ہو۔ ہائے کیا بات ہے اندر سے دل جل رہا ہے اور اوپر سے کیسے مجھے فری ہینڈ دے رہی ہو۔" وہ تو جیسے اس کی عظمت کے خیال سے بچھا جارہا تھا۔ رامین کو تو گویا پتنگے لگ گئے۔
"کیا مطلب ہے تمہارا، میرے دل میں کیوں جلن پیدا ہوگی؟ بائی دا وے تم ہو کس خوش فہمی بلکہ غلط فہمی میں؟" آخر میں وہ استہزائیہ انداز میں بولی اور جگ اٹھا کر باہر نکلنے لگی مگر اس سے پہلے ہی وہ اس کی راہ میں حائل ہوگیا تھا۔
"ہٹو سامنے سے۔" وہ کوفت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ "پتا نہیں تم کس پر چلے گئے ہو تایا جان کی اولاد تو لگتے ہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ تم ہو نہ ہو اسپتال میں کسی دوسرے بچے سے بدل گئے تھے۔" وہ کچھ اسقدر زچ آکر بولی کہ سکندر کو ہنسی آگئی۔ وہ اسے اپنی نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے بڑی معنی خیزی سے بولا۔
"اس کا مطلب ہے کہ تمہارا مجھ پر غور ہے کافی۔"
"پرے ہٹو... اور ذرا تمیز کے ساتھ۔" وہ بمشکل چند انچ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ رامین نے اسے ناگواری سے احساس دلایا اور سائیڈ پر سے ہو کر باہر نکل گئی۔ وہ سلاد کی پلیٹ اٹھائے اس کے پیچھے ڈائننگ ٹیبل تک آیا۔ وہ تنا تنا چہرہ لیے ٹیبل سیٹ کررہی تھی۔ سکندر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے سلاد کی پلیٹ ٹیبل پر رکھی اور اس کے مقابل جا کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔
"واٹ... یہ..." وہ حیران ہو اٹھی۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا۔
"معافی مانگ رہا ہوں۔"
"مگر... یہ کیا بد تمیزی ہے؟" وہ خجل سی ہو اٹھی۔
"میں نے آج تک تمہیں اتنا تنگ کیا ہے کہ معافی بہت چھوٹی چیز لگ رہی ہے۔ لیکن اب تو میں جارہا ہوں اور شاید کبھی بھی نہ آؤں۔ کوشش کروں گا کہ تمہیں اپنی شکل کبھی نہ دکھاؤں مگر میں دل پر بوجھ لے کر نہیں جانا چاہتا۔ اس لیے اگر تم مجھے معاف کردو تو۔"
"پلیز... کیسی باتیں کررہے ہو تم؟" وہ بے ساختہ بولی۔ اس کی باتوں نے اس کا دل گداز کردیا تھا۔
"پتا نہیں پھر کبھی ملاقات ہوگی بھی کہ نہیں اس لیے میں سارا حساب کلیئر کرلینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تو تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گا۔"
"سکندر پلیز..." اسے رونا آنے لگا۔ کتنے "دردیلے" انداز میں وہ جدائی کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔
"تم نے مجھے معاف کردیا؟" وہ جوں کا توں کھڑا تھا۔ رامین نے اس کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو الگ

کردیا۔

"تم اتنی فضول باتیں کیوں کررہے ہو۔ تم پڑھنے کے لیے جارہے ہو خدانخواستہ کھو تو نہیں جاؤ گے۔"

"پتا نہیں کیوں رامین مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں تم لوگوں سے ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والا ہوں اور۔۔۔ کبھی تم لوگوں کو دیکھ نہیں پاؤں گا۔" وہ چہرے پر دنیا جہاں کی مظلومیت و یاسیت طاری کیے ہوئے تھا۔ وہ ہول اٹھی۔

"سکندر۔۔۔ کیا پاگل پن ہے یہ۔۔۔ میں کوئی ناراض واراض نہیں ہوں تم سے اور ہم کبھی بھی نہیں بچھڑیں گے بلکہ آج سے دوستی پکی۔۔۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا جو سکندر نے بہ سرعت تھام لیا تھا۔

"وہ رامین۔۔۔ یو آر گریٹ۔۔۔" وہ بہت مشکور ہو رہا تھا۔ رامین کے ذہن میں رزلٹ والے دن کا واقعہ دوڑ گیا اس نے فوراً" اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

"اور تم کب جارہے ہو۔۔۔؟" وہ بڑے دوستانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ سکندر نے اپنی مچلتی مسکراہٹ کو بمشکل دبایا اور آہستگی سے بولا۔

"بس چند روز ہی رہ گئے ہیں تم لوگوں کے ساتھ اور اس سرزمین پر، اس ماہ کے آخر میں ایڈمیشن ہورہے ہیں۔"

"کم آن سکندر۔۔۔ دل چھوٹا مت کرو۔ ہم سب تمہارے لیے دعا کریں گے کہ تم کامیاب لوٹو۔" وہ اسے بھرپور تسلی دیتی اچٹتی نظر کھانے کے لوازمات پر ڈالتی سب کو بلانے چل دی تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

کھانے کے دوران بھی یہی ٹاپک زیر بحث رہا۔ صورتحال یہ تھی کہ سوائے تائی اماں کے اور صبا کے سبھی سکندر کے حامی تھے۔

"اب تو بس یہی ایک ماہ رہ گیا ہے امی جان، پہلے جب میں نے کہا تھا تب آپ بھی مذاق میں ٹال رہی تھیں۔" وہ ماں پر خفا ہوا۔

"ارے لو تو مجھے کیا خبر تھی کہ تم سنجیدہ ہو۔" وہ چڑ گئیں۔

"اب مجھے وی آئی پی ٹریٹ منٹ دی جائے کیوں میں اس گھر میں چند دنوں کا مہمان ہوں۔" وہ بڑے تفاخر سے کہہ رہا تھا۔ تائی اماں ہول کر رہ گئیں۔

"کیا بدتمیزی ہے سکندر۔۔۔ یوں کہتے ہیں کیا؟"

"بھائی پلیز۔۔۔ دفع کرو اعلیٰ تعلیم کو اور ابو کا بزنس سنبھالو۔" صبا فوراً" روہانسی ہونے لگی۔

"کمال ہے صاحب، میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو اور دل چڑیا جتنا ہے۔" عادل بھائی نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔ سکندر نے فوراً" کرسی اس کے قریب گھسیٹ کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور عادل بھائی کو تنبیہہ کی۔

"بھئی خبردار جو میری گڑیا کو کسی نے کچھ کہا تو۔" اس کے پیار بھرے انداز پر وہ پھیلنے لگی۔

"بھائی مت جاؤ نا۔"

سکندر نے اس کی بے موقع فرمائش پر اسے گھور کر دیکھا پھر سے پیچھے ہٹایا۔

"چلو اپنی کرسی واپس لے جاؤ۔ بلکہ میں ہی واپس گھسیٹ لیتا ہوں۔" سکندر کے انداز پر سب ہنس دیے جبکہ صبا منہ بسور کر رہ گئی۔

"اور سکندر میں نے تمہیں کہا تھا کہ تمام معاملات پر چیک رکھنا۔" تایا جان نے اسے مخاطب کیا تو وہ اپنے مخصوص لاابالی انداز میں بولا۔

"ابو! سارا انتظام محسن کررہا ہے۔ وہ بھی تو جارہا ہے۔ تمام کاغذات میں نے اس کے سپرد کردیے تھے۔"

"اور بھئی جوان۔۔۔ جو جو خواہش ہے پوری کروالو۔" چچا جان نے اوپن آفر کی تھی۔ اس نے لحظہ بھر کچھ سوچا پھر چمکتی آنکھوں سے بھائی کے ساتھ محو گفتگو رامین پر نگاہ ڈالی۔ پھر چچا جان کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب تو بس ایک ہی خواہش ہے۔" وہ مسکرایا۔ عادل بھائی نے بھی مسکرا کر بھائی کی طرف دیکھا تھا۔

"وہ کیا۔۔۔؟" چچا جان نے تجسس بھرے انداز میں پوچھا تھا۔

"آر یو سیریس؟" وہ بھنویں اچکا کر پوچھنے لگا۔

"اوہ یار بالکل۔۔۔ تم بتاؤ تو۔" وہ تو ویسے بھی سکندر سے خاصے بے تکلف تھے۔

"وہ۔۔۔" وہ ہچکچایا۔ "میں پچھو ٹلی میں سوچ رہا تھا کہ جانے سے پہلے شادی کرلوں۔"

اس کی بات پر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

"ارے واہ۔۔۔ کمال کی سوچ ہے۔" چچا جان نے سراہا۔

"کمال کی نہیں سکندر کی کہیں ابو۔" رامین کھلکھلائی۔

"سارے فیصلے خود ہی کرلیے۔" تائی اماں نے طنزیہ لہجہ اختیار کیا تو وہ ہنس دیا۔

"اور لڑکی۔۔۔؟ کس سے شادی کرو گے؟" بھابی نے گلاس میں پانی انڈیل کر عادل بھائی کو پکڑاتے ہوئے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا تو اس نے بڑی اطمینان سے حاضرین محفل پر نگاہ ڈالی اور پھر بڑے سکون سے بولا۔

"یہی۔۔۔ اپنی رامین سے۔"

وہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع انداز میں بولا تھا کہ ہر ایک کا تاثر مختلف تھا۔ عادل بھائی کو پانی پیتے ہوئے اچھو لگ گیا۔ صبا آنکھیں پھاڑے اپنے انوکھے لاڈلے بھائی کو دیکھ رہی تھی اور بھابی تو دیور کے کھنے پن پر اچھل ہی پڑیں۔ سب سے بری حالت رامین کی تھی۔ وہ پہلے تو سب کو دیکھتی رہ گئی پھر چمچ کو پلیٹ میں پٹخ کر کرسی زوردار انداز میں کھسکا کر چلی گئی۔ باقی سب پر حیرت کا شدید غلبہ تھا۔

سکندر نے سنجیدگی سے سب کے تاثرات دیکھے تھے۔

"آئی ایم سیریس۔۔۔" وہ سر جھکا کر سنجیدہ سے لہجے میں بولا تھا۔

"تو بھئی راشدہ کیا خیال ہے پھر تمہارا؟ گھر بیٹھے بٹھائے داماد مل رہا ہے۔" چچا جان نے فوراً ہی بہت خوشگوار انداز میں اس خاموشی کو توڑا تھا اور اس کے بعد ہر چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔

وہ مسلسل ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔

"ہنہ۔۔۔ ذلیل، کمینہ، خبیث انسان۔"

صبا اکتا گئی اس کی پریڈ سے۔

"اب بس بھی کرو رومی۔۔۔ آخر ایسی کیا انہونی ہو رہی ہے؟"

"اتنے شوق سے بریانی بنائی تھی میں نے، اچھی طرح کھانے بھی نہیں دی اور اس نے ہمیشہ کی طرح فضول بکواس کردی۔" وہ چلائی۔

"تم سے شادی کرنا فضول بکواس ہے؟" صبا نے حیرت سے پوچھا۔ تو وہ جزبز ہو کر اسے گھورنے لگی۔

"یہ میں نے کب کہا؟"

"خیر تمہارے جملے سے حاصل جمع یہی نکلتا ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"تم اپنے لاڈلے بھائی سے کہہ دینا میں کبھی اس سے شادی نہیں کروں گی۔ اس نے جتنے ظلم مجھ پر کیے ہیں میں وہ کبھی نہیں بھول سکتی۔ کمال ہے ایک بندے نے زندگی برباد کر رکھی ہے اور اب باقی عمر بھی اس کے ٹارچر سیل میں گزار دو۔۔۔ ہنہ۔۔۔ امپاسیبل۔" وہ پیر پٹختے ہوئے گویا اپنے کہے پر مہر ثبت کر رہی تھی۔ صبا اطمینان سے لیٹ گئی۔

"جو کرنا ہے وہ کرلو۔ بھابی تو بہرحال تم میری ہی بن رہی ہو۔"

"شٹ اپ۔۔۔" صبا کے الفاظ اسے سلگا گئے تھے۔ "سنبھال کے رکھو اپنے ہیرے جیسے بھائی کو۔۔۔ ہنہ۔۔۔ پتا نہیں ہمارے گھر میں کہاں سے یہ گھنا پیدا ہوگیا۔" وہ برابر بڑبڑا رہی تھی۔

"یہ جملہ سنبھال لو آئندہ ہر سال کام آیا کرے گا۔"

صبا کو اپنے جملے پر ہی ہنسی آگئی جبکہ وہ ذرا دیر میں سمجھی اور پھر سمجھتے ہی تکیہ لے کر اس پر پل پڑی جبکہ صبا متواتر ہنس رہی تھی۔

"بہت گھنے ہیں سکندر بھائی آپ" فاریہ نے سکندر کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ سکندر کی روانگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے فی الحال نکاح پر اکتفا کیا گیا تھا جو کہ

بخیروخوبی انجام پا گیا تھا۔

"تو بھی یہ ایک اور رہی۔" وہ شرارتی انداز میں کراہا۔

"صحیح کہہ رہی ہے فاریہ' ہمارے سامنے تو یوں مہابھارت رکھی کہ ہم کچھ اور سوچ ہی نہیں پائے۔"

صبا نے شاکی نظروں سے بھائی کو دیکھا تو سکندر نے بے ساختہ ہنس کر اس کے شانوں پر بازو دراز کر کے اسے اپنے ساتھ لگایا اور رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"پچونگی ڈیئر سسٹر بات صرف یہ ہے کہ تم لوگوں کی سوچ بہت محدود ہے تم لوگوں نے کبھی دور کی نہیں سوچی۔"

"خیر۔۔۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں دور کی تو ہم بھی سوچ لیتے ہیں اور آپ ٹیسٹ لے سکتے ہیں ہمارا۔" فاریہ کی خوداعتمادی حیران کن تھی۔ اجلال نے روشن نگاہوں سے اس کا دمکتا روپ سروپ گویا ہمیشہ کے لیے دل میں اتارا تھا۔

"تو گویا نجومی ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔" سکندر نے ہنس کر کہا۔

"آف کورس۔۔۔ ہم آپ کو آپ کے مستقبل کے متعلق بھی کچھ بتا سکتے ہیں۔ مثلاً" آپ کے متوقع حشر کے متعلق۔۔۔" فاریہ کی آنکھیں شرارت سے چمکی تھیں۔ سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جبکہ سکندر اس کی بات سن کر ٹھٹکا تھا۔

"واٹ۔۔۔ حشر۔۔۔ یعنی؟"

"کمال ہے یار۔۔۔ ابھی تو عشق کے امتحان باقی ہیں اور تم یوں بوکھلا رہے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" اجلال نے اسے مورل سپورٹ کا احساس دلایا۔

"ہاں ہاں آپ فکرمند نہ رہیں' یہ آپ کے ساتھ ہیں۔" فاریہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"ڈیئر سسٹرز آپ مجھے کس قسم کے حشر سے ڈرانا چاہ رہی ہیں؟" سکندر کو ذرا حوصلہ ملا تھا۔ وہ ذرا رعب سے بولا۔

"ہیلن سے۔" بھابی نے برجستگی سے کہا تو ایک قہقہہ پڑا۔

"تو گویا عادل بھائی والا وقت میرا بھی آنے والا ہے۔" وہ مسکینیت طاری کرتے ہوئے مسکین سی آواز میں بولا تو سب کی ہنسی پر بھابی جھینپ گئیں۔ ہنسی مذاق میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ سکندر کے قہقہے متواتر رامین کا دل جلا رہے تھے۔ کمرے میں آتے ہی اس نے دوپٹہ نوچ کر ایک طرف ڈالا۔ پرس بیڈ پر پھینکا اور جوتے ادھر ادھر لڑھکائے۔

"اف۔۔۔ ہو۔۔۔ کیا ہو گیا یار۔۔۔" فاریہ سخت گڑبڑا کر آگے بڑھی تو وہ فوراً" اس کے شانے سے لگ کے رو پڑی۔

"حد ہوتی ہے بے وقوفی کی رومی۔۔۔"

"ساری عمر کا عذاب میرے پلے باندھ دیا ہے' واقعی حد ہوتی ہے بے وقوفی کی بھی۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولی تو صبا نے اسے ایک دھموکا جڑ دیا۔

"خیال رہے کہ میں اب تمہاری نند ہوں۔"

"یہ کوئی رونے والی بات ہے پاگل۔" فاریہ نے اسے سرزنش کی تو وہ اسے گھورتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اتنا چالاک شوہر کسی کا بھی آئیڈیل نہیں ہو سکتا۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔ جواباً" ان دونوں کی ہنسی نے اسے اور غصہ دلا دیا۔

"تم دونوں ساری زندگی میرے ساتھ بات مت کرنا۔۔۔ میری تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہے اس گھر میں' کسی نے مجھ سے پوچھنا گوارہ ہی نہیں کیا۔" اس کے لہجے اور آواز میں نمی اترنے لگی۔ "سچ کہہ رہا تھا سکندر یا تو میں کہیں سے ابو کو ملی ہوں یا پھر ان کی پہلی بیوی کی بیٹی ہوں۔"

صبا اور فاریہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"کمال ہے کتنی انڈراسٹینڈنگ ہے تم دونوں کی سوچ میں۔" فاریہ نے کہا۔

"دیکھا۔۔۔ کوئی تمہیں اہمیت نہیں دیتا اور بھائی نے تمہاری اہمیت کو اجاگر کر دیا۔" صبا نے رائے دینا اپنا فرض تصور کیا۔

"میں باز آئی ایسی اہمیت سے۔" اس نے ہاتھ

بوڑے اور آکتاہٹ بھرے لہجے میں بولی۔ ان کی نوک جھونک مزید چلتی مگر دروازے پر ہونے والی ناکنگ نے رامین کو گڑبڑا کر دوپٹہ سمیٹنے پر مجبور کر دیا۔ ذرا وقفے کے بعد اجلال نے اندر جھانکا۔

"لیڈیز کیا دو عدد جنٹلمین اندر تشریف لا سکتے ہیں؟" وہ بڑی شرافت سے پوچھ رہا تھا۔ رامین نے ہراساں ہو کر فاریہ اور صبا کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں.... بھیجو انہیں اندر...." فاریہ نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو اجلال نے اسے گھورا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے سکندر بھی تھا۔

"بھیجو سے کیا مراد.... ہم تشریف لا چکے ہیں۔"

"لیکن تم تو جنٹلمین کی بات کر رہے تھے۔ انہیں ساتھ نہیں لائے؟" فاریہ بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ دیکھ رہے ہو تم.... کتنی عزت افزائی ہو رہی ہے اپنی۔" اجلال نے شکایتی انداز میں سکندر سے کہا۔

"تو تم بھی وہی کرو جو میں نے کیا ہے۔ روز کی چخ چخ سے نجات تم دیکھ نہیں رہے فضا کتنی خاموش ہے' کتنا سکون اتر آیا ہے میری زندگی میں۔" وہ بڑی شرارت سے بولتے ہوئے رامین کے پاس بیٹھنے کی غرض سے آگے بڑھا تو اس کا ارادہ بھانپ کر رامین کے ایک طرف صبا اور دوسری طرف فاریہ براجمان ہو گئیں۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گیا اور اجلال کو دیکھنے لگا۔ دونوں آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر رہے تھے۔

"چلو فاریہ.... خالہ گھر چلنے کو کہہ رہی ہیں۔ میں تم لوگوں کو ڈراپ کر دوں۔"

"اتنی جلدی' کوئی ضرورت نہیں۔" رامین نے سرگوشی کرتے ہوئے فاریہ کا ہاتھ جکڑا۔

سکندر آرام سے بالکل سامنے کرسی پر ریلیکس موڈ میں بیٹھا تھا جبکہ آنکھوں میں شرارتی سی چمک تھی۔

"اجلال ابھی ٹھہرو نا...." فاریہ مجبوراً بولی۔

"اور صبی.... تمہیں امی بلا رہی ہیں۔ آنٹی تم سے کوئی ضروری کام تھا انہیں۔" سکندر نے بڑے سرسری انداز میں صبا کو ٹہلایا تھا۔ رامین کا دل دھک سے رہ گیا اور صبا بے وقوف سمجھی ہی نہیں کہ یہ ساری ڈرامہ بازی وہ رامین سے ملاقات کے لیے کر رہا ہے۔ وہ فوراً اٹھ گئی۔

رامین نے فاریہ کے ہاتھ پر گرفت اور مضبوط کر دی۔ اب تو ساری تیز طراری ہوا ہوئی جا رہی تھی۔

"یار فاری! اب اٹھ بھی جاؤ۔ سب لوگ چلے گئے ہیں۔ ایک تم ہی بس شامیانے لپیٹنے کو رہ گئی ہو۔" اجلال نے اسے گھورا تھا۔

"تم آج یہیں رہو فاری...." رامین نے کہا تو سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"لیکن وہاں خالہ اکیلی ہوں گی۔" اجلال نے فوراً ٹانگ اڑائی تھی۔

"دیکھیے' اب آپ لوگ اپنی بحث ختم کیجیے ٹائم کم ہے میں ذرا دو منٹ کے لیے اپنی بیگم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" سکندر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے اتنے آرام سے بولا کہ فاریہ کو ہنسی آ گئی۔ رامین کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور لرزش وہ محسوس کر رہی تھی۔

"او شیور...." وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر اس کا ہاتھ رامین کے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔

"کم آن.... جلدی کرو مجھے گھر جا کے سونا بھی ہے۔" اجلال نے اسے کھینچا تو اس کے ہاتھ سے رامین کا ہاتھ چھوٹ گیا۔

"فاری.... بھائی کو یا امی کو بھیجنا...." وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی تو فاریہ کو اس پر ترس آنے لگا وہ سر ہلاتی اجلال کو گھورتی باہر نکل گئی۔ سکندر نے فوراً اٹھ کر دروازہ بند کیا تھا۔ گویا رامین کا دل ہی بند ہو گیا۔ اسے اپنے ہاتھوں پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور آنسو تواتر سے ہاتھوں کو بھگو رہے تھے۔ سکندر کرسی گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ رامین سے سانس لینا مشکل ہو رہا

تھا۔ اس نئے رشتے نے ذرا سی دیر میں احساسات و محسوسات بدل ڈالے تھے۔ اک عجیب سی جھجک اور حیا در آئی تھی اس کے دل میں۔

"آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔ یوں منہ بند کر کے بیٹھی ہوئی۔" اس کی تعریف پر دل زور سے دھڑکا تھا مگر آخری الفاظ اسی دھڑکتے دل کو خاک کر گئے۔ وہ مضطرب سی انگلی میں پڑی انگوٹھی کو گھمانے لگی۔

"لگتا ہے کہ تم اب بھی مجھ سے خفا ہو۔" وہ ذرا توقف کے بعد بولا اور بغور اسے دیکھنے لگا۔ اتنا سجی سنوری وہ پہلی بار تھی یا وہی پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑی نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا ہے۔۔۔ آج لڑنا نہیں ہے؟" اس کے لہجے کی نرمی رامین کے وجود میں سنسناہٹ دوڑانے کو کافی تھی۔

اللہ میاں! بھابی کو بھیج دے یا پھر کسی اور کو۔ اس نے شدت دل سے دعا کی تھی۔

سکندر نے اس کا ہاتھ تھاما تو گویا اس کا دل ٹھہر سا گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھے پسند نہیں کرتیں۔ میں نے تمہیں واقعی بہت تنگ کیے رکھا لیکن۔۔۔ اب میں نے سوچا کہ تمہیں بتا ہی دوں کہ مجھے صرف تم سے محبت ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ملک سے چلا جاؤں اور تم کسی اور کا مقدر بن جاؤ اس لیے میں نے یہ خواہش کی کہ تم میری بن جاؤ لیکن اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ ہم زبردستی کسی کے خوابوں، خیالوں اور خصوصاً" دل میں جگہ نہیں بنا سکتے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارے اوپر اپنی مرضی ٹھونسی لیکن تم پریشان مت ہو۔ میرے یہاں بس دس پندرہ دن ہی رہ گئے ہیں۔ پھر تم یقیناً" خوش رہو گی۔" وہ بڑی دلگرفتگی سے کہتے ہوئے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ ہکا بکا بیٹھی سنتی آنسو بہاتی رامین جیسے حواس میں لوٹ آئی فوراً" اس کے پیچھے لپکی۔

"سکندر۔۔۔ پلیز۔۔۔"

وہ رک گیا تھا۔ چہرہ موڑ کر اسے دیکھا وہ خائف سی تھی۔

"میں۔۔۔ تم سے خفا نہیں ہوں اور میں خوش ہوں۔"

وہ سٹپٹا کر بول رہی تھی۔ اپنے ڈرامے کی کامیابی پر سکندر نے دل ہی دل میں نعرہ لگایا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہو نا۔۔۔؟" وہ روشن چہرہ لیے پلٹا۔ تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ اس کے بعد سکندر کو وارفتگی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ ہراساں سی دو قدم پیچھے ہٹی اور ہاتھوں میں منہ چھپا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"تھینک یو اجلال۔۔۔" کا نعرہ لگایا اور اس بار رامین کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی از خود رفتگی رامین کی جان نکال دینے کو کافی تھی اور وہ شوخ جسارتوں پر آمادہ۔۔۔ اس کی آنکھوں میں سراسیمگی بھری بے چارگی دیکھ کر سکندر بے ساختہ ہنسا تھا۔ دروازہ ناک کیے جانے پر وہ گڑبڑا کر اٹھا تھا۔ باہر بھابی تھیں۔

"امی جان آ رہی ہیں ادھر ہی۔"

سکندر پلک جھپکتے میں وہاں سے غائب ہوا تھا۔

بھابی شرارت سے ہنستی رخ موڑے بیٹھی رامین کی طرف آئیں اور جھک کر بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں تو اسے یونہی سمجھ رہی تھی لیکن دیور جی کو تو سنگھار بگاڑنے کا اچھا خاصا گر آتا ہے۔" وہ شوخی بھری معنی خیزی سے بولی تھیں۔

"اف۔۔۔" رامین گویا شرم سے پانی پانی ہونے کو تھی۔ "بھابی۔۔۔" وہ روہانسی ہو کر ان کے شانے میں منہ چھپا گئی تو وہ ہنسنے لگیں جبکہ اس کی سانسوں کی طرح دھڑکنیں بھی بے ترتیب تھیں۔

* ------- * ------- *

خالہ طاہرہ ایک بار پھر سوالی بن کے آئی تھیں اور اس بار وہ بہن کے گھر سے خالی نہیں لوٹیں۔ سائرہ نے بیٹی کے چہرے پر بکھرے رنگوں اور شرمگیں مسکراہٹ سے اس کی خوشی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ فاریہ نے فون کر کے فوراً" رامین کو خبر پہنچائی تو وہ اچھل پڑی۔

"شکر ہے خدا کا۔ تمہارے دماغ کے کیڑے ختم

ہوئے"
"دیکو مت..." فاریہ شرمائی۔
"اچھا اب یہ بتاؤ ارادہ کیا ہے ان لوگوں کا؟" رامین کو بے تابی نے گھیر لیا۔
"خالہ تو بس جلد از جلد مجھے اپنے پاس دیکھنا چاہتی ہیں۔" فاریہ کے لہجے اور آواز سے اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔ رامین نے بہت شرارت سے کہا۔
"اور خالہ کا بیٹا کیا چاہتا ہے؟" جواب میں فاریہ کی دھیمی سی بے ساختہ ہنسی گونجی پھر وہ بھی بڑے شریر انداز میں بولی۔
"خالہ کا بیٹا جو چاہتا ہے وہ میں بتا نہیں سکتی۔"
"اوہو..." رامین ہنسی تھی۔ "یعنی کافی رومینٹک بندہ ہے۔"
"ہے تو..." وہ اسی موڈ میں بولی تھی۔
"اچھا اب فضول باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ میری طرف کب آ رہی ہو؟" رامین نے پوچھا تو وہ بولی۔
"ممی آ جاؤ نا... اپنے سکندر اعظم کے ساتھ۔"
"سکندر... اس کے ساتھ تو میں..." وہ کہنے لگی تھی کہ "زندگی بھر کہیں نہ جاؤں۔" سکندر سامنے صوفے پر آ بیٹھا۔ اس کا جملہ منہ میں ہی رہ گیا۔
"او کے فاریہ... بعد میں بات ہو گی... خدا حافظ" اس نے فوراً بات ختم کرتے ہوئے ریسیور رکھا اور وہاں سے کھسکنے کی سوچنے لگی۔
مشکل یہ تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی سارا دن سکندر سے سامنا ہوتا رہتا تھا کیونکہ ایک ہی گھر میں دونوں خاندان رہائش پذیر تھے۔ صرف اوپر نیچے کا فرق تھا۔ البتہ کچن اور کھانا پینا ایک ہی جگہ پر تھا اور یہ فقط اس لیے تھا کہ دلوں میں محبتیں تھیں جو فاصلوں کو ختم کر دیتی ہیں۔
"کس کا فون تھا؟" اس نے تیکھی نظروں سے سکندر کو دیکھا۔ حالانکہ نکاح کے بعد سے وہ کوشش کر رہی تھی کہ سکندر سے کم ہی مخاطب ہو مگر وہ جان بوجھ کر اسے مخاطب کرتا تھا۔ سکندر کے بدلتے انداز اور پہلی ملاقات کی شوخ جسارتیں اگرچہ رامین کو اس سے حجاب و حیا دلاتی تھیں مگر وہ حقیقتاً رامین کے دل کو چھو نہیں پایا تھا یا شاید یہ بچپن سے ایک ساتھ رہنے کا نتیجہ تھا کہ اسے احساس ہی نہیں ہو پاتا تھا کہ ان دونوں کے مابین اب بہت خاص اور اٹوٹ بندھن ہے۔
دروازے پر کھٹکا ہوا تو اس نے چونک کر گردن گھمائی تھی۔ اور پھر سکندر کے مسکراتے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ فوراً اٹھ بیٹھی تھی۔
"کیا ہو گیا بھئی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ بڑی بے تکلفی سے اس کے بستر پر بیٹھا تو رامین نے ناگواری سے اپنے پیر سمیٹ لیے۔
"کیا بات ہے یوں میرے کمرے میں آنے کی وجہ؟" اس کے لہجے میں خشکی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے ٹانگیں نیچے لٹکائے اس کے بستر کے وسط میں آڑا ترچھا لیٹ گیا اور دونوں ہاتھ سر کے نیچے تکیے کے طور پر رکھ لیے۔ رامین کی رگ و پے میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔
"بس جی چاہ رہا تھا تمہاری صورت دیکھنے کو..." وہ بہت سکون سے مسکرایا اور اس قدر تسلی سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا کہ رامین کی ہتھیلیوں میں پسینہ اترنے لگا۔
"اچھا اب دیکھ لی تو جاؤ۔" وہ بمشکل سختی سے بولی۔
وہ اس کی بات اور انداز کو نظر انداز کر گیا۔
"ہفتے کو میں جا رہا ہوں یو کے۔" اس کی اچانک اطلاع پر رامین کی دھڑکن لحظہ بھر کو تھمی تھی۔ وہ اب بھی اس کے چہرے کے آتے جاتے رنگوں پر نظر جمائے ہوئے تھا۔
"تو... میں کیا کروں؟" وہ بدقت تمام اپنا لہجہ روڈ بناتے ہوئے بولی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔
"دیکھو اب بس تین دن رہ گئے ہیں۔ میں تم سے ناراضگی لے کر نہیں جانا چاہتا۔" وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا اور رامین کا دل جیسے موم بتی بن کے پگھلتا جا رہا تھا۔

"اور جانے والوں کی خطائیں تو صدق دل سے معاف کرنی چاہئیں۔ اور پھر میں نے سوچا یہ نہ ہو کہ ایک پیاری سی لڑکی کی بددعائیں میرے ساتھ ساتھ رہیں اور میرا جہاز ہی کریش ہو جائے اور میں اگلے جہاں سدھار۔"

"سکندر...." وہ لرز اٹھی فوراً" اپنا ہاتھ سختی سے اس کے منہ پر رکھ دیا۔ سکندر نے دیکھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ پیمانے چھلک اٹھے۔

"آئی لو یو رامین.... آئی ریئلی لو یو۔" وہ سرگوشی میں بولا۔ اس کی آواز اس کے لہجے اور الفاظ میں بہت بے خودی، بے ساختگی و بے اختیاری تھی۔ خود اسے بھی احساس نہیں ہوا کہ اتنے جذب سے اس نے رامین سے کیسے کہہ دیا سکندر نے اس کے ہاتھ کو ہونٹوں سے چھوا تھا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ بدک اٹھتی۔ اس کو کوستی اس سے لڑتی جھگڑتی۔ مگر اس وقت تو دل و دماغ ممکنہ جدائی کے زیر اثر تھے۔

"خفا تو نہیں ہو اب؟" اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں بھر کے وہ بڑے استحقاق سے بات کر رہا تھا۔ رامین کی آنکھوں سے پانی بہہ کر اس کے ہاتھوں میں جذب ہونے لگا۔

"کچھ کہو گی نہیں زادِ راہ کے طور پر چند الفاظ ہی سہی۔" وہ اس کی آنسو بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولا۔ چند لمحوں تک وہ اسے دیکھے گئی کیسے چند لمحوں میں وہ دل کو چھیڑ گیا تھا۔

"سکندر.... میں.... میں بھی.... شاید تم سے...."

اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ میں بھی تم سے محبت کرنے لگی ہوں، ابھی چند لمحات پہلے مگر وہ کچھ بول نہیں پائی اور اسے کچھ بولنے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس کا نڈھال سا انداز اس کی شکست کا واضح اعلان تھا۔

سکندر نے بہت استحقاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرمی سے اسے سمیٹا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مخل ہوتے حواس کو قابو میں کرتی وہ اپنی گرفت ہٹا کر تیزی سے اٹھ گیا۔ وہ کمرے سے چلا گیا تھا۔

وہ حیران بیٹھی تھی۔ دل کی دھڑکنیں کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔

اف.... یہ سکندر تھا....؟ او مائی گاڈ۔ وہ تیزی سے اٹھی اور اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ اس کی سانسیں ابھی تک منتشر تھیں۔ وہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

دل کی تاروں کو چھیڑا بھی تو کب سکندر بخت....؟ ابھی تو ملن ہوا بھی نہیں کہ بچھڑنے کے دن گننا پڑ گئے۔

وہ بہت نڈھال سی بستر تک آئی تھی۔

* ...... * ...... *

صبح وہ آٹھ بجے اٹھی۔ وہ بھی تب جب بھابی دروازہ ناک کر کر کے تھک گئیں۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو کر باہر نکلی تو تائی اماں اور چچی جان باتوں میں مشغول تھیں اور بھابی حسن کو ناشتا کرانے میں مصروف تھیں۔

"یہ وقت ہے اٹھنے کا.... کالج ختم ہو گیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارا دن سو کر گزار دیا جائے۔" چچی جان کو بیٹی کی کاہلی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے تائی اماں کی طرف دیکھا تو وہ فوراً" اس کی حمایت میں بولیں۔

"کوئی بات نہیں راشدہ! اب اتنی دیر بھی نہیں ہوئی۔ اور پھر رامین کی روٹین تو نہیں کبھی کبھار آنکھ نہیں بھی کھلتی۔"

"سچ تائی اماں آپ میری اصلی ماں لگتی ہیں۔" اس نے بڑے لاڈ سے ان کے گلے میں بازو ڈالے تھے۔ وہ ہنس دیں۔ جبکہ چچی جان نے سر جھٹکا تھا۔

"اور بھئی سکندر نے تمہیں بھی خوش خبری سنائی یا نہیں؟" بھابی کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔ وہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"اسے کیا پتا.... یہ کھانے پر موجود ہی کب تھی۔" چچی جان کے ہونٹوں پر بھی خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"تب کیا محترم کوہ قاف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں ہائر اسٹڈیز کے لیے۔" رامین نے بڑے عام سے لہجے میں کہا تھا۔

"جی نہیں۔۔۔ وہ محترم کہیں بھی جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔" بھابی حسن کا منہ صاف کر کے اسے تائی اماں کی گود میں بٹھاتے ہوئے کھنکھناتی ہوئی آواز میں بولیں تو رامین کے دماغ میں جیسے خطرے کا الارم بجا۔ اس نے تینوں کے چہروں کو باری باری دیکھا۔ وہاں محسوس کی جانے والی خوشی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ اٹکی۔

"مطلب یہ کہ وہ سب فضول بکواس کر رہا تھا۔ کوئی ہائر اسٹڈیز کے لیے نہیں جا رہا۔ بلکہ ابو جان کے ساتھ بزنس سنبھالے گا۔" بھابی نے بڑے مزے سے بتایا تو گویا وہ اچھل ہی پڑی۔

"واٹ۔۔۔ یعنی کہ یہ نکاح والا شوشہ بالکل بے بنیاد تھا؟"

"ایں۔۔۔ پاگل تو نہیں ہو گئی۔ بے بنیاد کیوں؟" چچی جان نے اسے گھورا۔

"مگر وہ تو کہہ رہا تھا کہ وہ دو تین روز میں جا رہا ہے۔"

"مذاق کر رہا تھا وہ۔" تائی اماں ہنسیں اور پھر چچی جان کو مخاطب کیا۔ "اور راشدہ تم اس لڑکے کی دیدہ دلیری دیکھو کہ کتنے آرام سے کہہ دیا شادی کر کے باہر جاؤں گا۔ سچ کہوں تو سب کو انگلیوں پر نچاتا ہے۔" تائی اماں کے لہجے اور انداز میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ چچی جان بھی ہنس دیں۔ جبکہ وہ پیر پٹختی بھابی کے پیچھے ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"یہ کیا مذاق ہے بھابی۔؟" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔ کنزیٰ بھابی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"کس قدر خبیث شخص ہے۔ میں نے تو فقط یہ سوچا کہ وہ واقعی ہائر اسٹڈیز کے لیے جا رہا ہے اس لیے ایسی شرط رکھ رہا ہے۔"

"ویسے ہے بڑے مزے کی بات۔ ہمارے خاندان کی ہسٹری میں تو یہ واقعہ ریکارڈ ہے۔" بھابی کو بہت مزہ آرہا تھا۔ اور رامین تو [illegible]

"نہیں۔۔۔ میں اسے قتل کر ڈالوں گی۔ اس نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا۔" وہ غصے سے بولی۔

"تو کیا ہوا رامین۔۔۔؟" بھابی نے استعجاب سے اسے دیکھا۔ "وہ یہ سب نہ بھی کرتا تو امی جان یہی سوچے ہوئے تھیں۔" انہوں نے تائی اماں کی خواہش کا حوالہ دیا تو اسے رونا آ گیا۔

"وہ اور بات ہوتی' وہ یوں دھوکا دہی تو نہ ہوتی۔ اسے ذرا بھی احساس نہیں کسی کے ہرٹ ہونے کا۔"

اس کے ایک دم رو پڑنے پر بھابی پریشان ہو گئیں۔

"یہ کیا بچوں جیسا بی ہیویئر ہے رامین' اتنی بڑی بات تو نہیں ہے سب نے اس کی شرارت کو انجوائے کیا ہے۔" بھابی نے اسے سرزنش کی۔ تو وہ آنسو بھری آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اور۔۔۔ اور جو میرے جذبات و احساسات کا استحصال کیا ہے اس نے وہ۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔ کیا مطلب؟" اتنی گاڑھی اردو ان کی سمجھ میں تو آئی نہیں۔ وہ جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مطلب تو میں اس خبیث شخص کو بتاؤں گی۔ جسے ذرا بھی شرم نہیں آئی کسی کے جذبات کو استعمال کرتے ہوئے۔" وہ غصے میں بھری نیچے آئی تھی۔ سکندر کو لاؤنج میں تائی اماں اور چچی جان کے پاس نیم دراز دیکھ کر اس کے دماغ میں چنگاریاں سی بھڑکنے لگیں۔ مگر فی الحال وہ اسے نظر انداز کر کے اپنے کمرے میں گھس گئی۔ کپڑے بدل کر تیار ہو کر وہ چچی جان سے فاریہ کے گھر کے لیے اجازت لینے لگی سکندر نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں موند لی تھیں۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے گھر میں سو کام بکھرے پڑے ہیں۔" انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ تیاری کرنے کے بعد اجازت مانگنے والی حرکت انہیں پسند نہیں آئی تھی۔

"ہو جائیں گے کام بھی۔ اب تو اس کا جی چاہ رہا ہے جانے دو۔" تائی اماں نے حسب عادت اس کی

حمایت کی تو وہ پلٹی۔
"جاؤ گی کیسے۔۔۔؟" چچی جان نے ناگواری سے پوچھا تو وہ پلٹے بغیر بولی۔
"رکشہ لے لوں گی۔"
"کوئی ضرورت نہیں رکشوں میں خوار ہونے کی، اٹھو سکندر چھوڑ کے آؤ اسے۔" تائی اماں نے آج کل کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تجویز کو رد کرتے ہوئے "سوئے" ہوئے سکندر کو ٹہوکا دیا۔
"میں چلی جاؤں گی۔ پہلے بھی کئی بار۔" وہ جھنجلا کر بولنے لگی تو چچی جان اس کی بات کاٹ گئیں۔
"پہلے اور بات تھی اور جب ایک سہولت موجود ہے تو خوامخواہ کی دردسری سے کیا حاصل؟"
"امی! مجھ سے بائیک پہ نہیں بیٹھا جاتا۔" وہ تپے ہوئے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ سکندر نے آنکھیں کھول کر ایک نظر اس کے غصے سے تنتے ہوئے چہرے پر ڈالی۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس کی ہر دھوکا دہی سے واقف ہو چکی ہے۔ ورنہ رات تک تو وہ اس کے پیچھے رو رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی۔
"تو اب کیا تمہارے لیے ہوائی جہاز خریدا جائے۔" چچی جان کو بیٹی کی بحث بہت ناگوار گزر رہی تھی۔ سکندر اٹھ کر بالوں میں ہاتھ پھیر کر سنوارنے لگا۔
"چلو۔۔۔" وہ یوں سنجیدگی سے کہہ کر باہر نکلا جیسے پتا ہو کہ اس نے آنا ہی ہے۔
"تائی اماں پلیز۔۔۔ یوں اچھا نہیں لگتا۔" وہ بے بسی سے بولی۔
"تو میری جان ویسے بھی تو اچھا نہیں لگتا کہ تم اکیلی جاؤ۔۔۔ آج کل کے حالات تو ویسے بھی تم جانتی ہی ہو۔ پھر سب سے بڑھ کے یہ کہ واپسی پر کیا کرو گی؟" تائی اماں کی تقریر سن کر وہ بے بسی سے کڑھتی باہر نکلی۔ سکندر نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ہوئے ایک نظر اس کے تنتے ہوئے چہرے پر ڈالی۔
"جل تو جلال تو۔۔۔ آئی بلا کو ٹال تو۔"
وہ خاموشی سے اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ اور پھر فاریہ کے گھر پہنچنے تک وہ کچھ نہیں بولی اور نہ ہی سکندر نے اسے مخاطب کیا۔ وہ اتر کر اندر کی طرف بڑھی تو سکندر کو اسے مخاطب کرنا ہی پڑا۔
"واپسی کتنے بجے ہوگی؟"
وہ کوئی جواب دیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تو وہ سر پر ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ رامین کو دیکھ کر فاریہ خوش ہوگئی۔
"کبھی تم بھی آجایا کرو ہر بار مجھے ہی آنا پڑتا ہے۔" رامین اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی اور سائرہ کی طرف بڑھی، "آنٹی آپ تو بس ہمیں بھول گئی ہیں۔"
"ارے نہیں بیٹا۔۔۔ بس ویسے ہی کہیں آنے جانے کو دل ہی نہیں چاہتا۔" انہوں نے پیار سے رامین کی پیشانی چومی تھی۔
"اور بھئی۔۔۔ اکیلی آئی ہو۔ وہ آپ کے مرد مومن کدھر ہیں؟" اپنے بیڈروم میں ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے فاریہ نے اس سے پوچھا تو اس نے فوراً ٹوک دیا۔
"اسے مرد مومن مت کہو۔ جھوٹ کا پلندہ ہے وہ۔"
"پھر کوئی لڑائی ہو گئی ہے کیا؟"
"ابھی تو نہیں ہوئی مگر ہو گی ضرور۔۔۔ پتا ہے وہ ہائر اسٹڈیز کے لیے نہیں جا رہا بلکہ یہیں عادل بھائی کی طرح تایا جان کا بزنس سنبھالے گا۔" اس نے گلوگیر لہجے میں بتایا تو فاریہ نہ تو اچھلی اور نہ چونکی۔
"تو اچھی بات ہے نا کیا فائدہ اتنی لمبی جدائی کا؟"
"بکواس نہیں کرو۔۔۔" وہ کوفت زدہ سی بولی پھر غور سے اسے دیکھا۔ "تمہیں ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی یہ سن کر؟"
فاریہ نے نفی میں سر ہلایا پھر ہنس کر مزے سے بولی۔ "اس لیے کہ اجلال کو سب پتا تھا۔"
وہ بھک سے اڑ گئی۔۔۔ بے یقینی انداز میں فاریہ کو دیکھا۔
"نہیں۔۔۔"
"ہاں جی رومی۔۔۔ یہ سب سکندر بھائی کی پلاننگ

حمایت کی تو وہ پلٹی۔
"جاؤ گی کیسے۔۔۔؟" چچی جان نے ناگواری سے پوچھا تو وہ پلٹے بغیر بولی۔
"رکشہ لے لوں گی۔"
"کوئی ضرورت نہیں رکشوں میں خوار ہونے کی، اٹھو سکندر چھوڑ کے آؤ اسے۔" تائی اماں نے آج کل کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تجویز کو رد کرتے ہوئے "سوئے" ہوئے سکندر کو ٹھوکا دیا۔
"میں چلی جاؤں گی۔ پہلے بھی کئی بار۔" وہ جھنجلا کر بولنے لگی تو چچی جان اس کی بات کاٹ گئیں۔
"پہلے اور بات تھی اور جب ایک سہولت موجود ہے تو خوامخواہ کی دردسری سے کیا حاصل؟"
"امی! مجھ سے بائیک پہ نہیں بیٹھا جاتا۔" وہ تپے ہوئے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ سکندر نے آنکھیں کھول کر ایک نظر اس کے غصے سے تنتے ہوئے چہرے پر ڈالی۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس کی ہر دھوکا دہی سے واقف ہو چکی ہے۔ ورنہ رات تک تو وہ اس کے پیچھے رو رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی۔
"تو اب کیا تمہارے لیے ہوائی جہاز خریدا جائے۔" چچی جان کو بیٹی کی بحث بہت ناگوار گزر رہی تھی۔ سکندر اٹھ کر بالوں میں ہاتھ پھیر کر سنوارنے لگا۔
"چلو۔۔۔" وہ یوں سنجیدگی سے کہہ کر باہر نکلا جیسے پتا ہو کہ اس نے آنا ہی ہے۔
"تائی اماں پلیز۔۔ یوں اچھا نہیں لگتا۔" وہ بے بسی سے بولی۔
"تو میری جان ویسے بھی تو اچھا نہیں لگتا کہ تم اکیلی جاؤ۔۔ آج کل کے حالات تو ویسے بھی تم جانتی ہی ہو۔ پھر سب سے بڑھ کے یہ کہ واپسی پر کیا کرو گی؟" تائی اماں کی تقریر سن کر وہ بے بسی سے کڑھتی باہر نکلی۔ سکندر نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ہوئے ایک نظر اس کے تنتے ہوئے چہرے پر ڈالی۔
"جل تو جلال تو۔ آئی بلا کو ٹال تو۔"
وہ خاموشی سے اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ اور پھر فاریہ کے گھر پہنچنے تک وہ کچھ نہیں بولی اور نہ ہی سکندر نے اسے مخاطب کیا۔ وہ اتر کر اندر کی طرف بڑھی تو سکندر کو اسے مخاطب کرنا ہی پڑا۔
"واپسی کتنے بجے ہو گی؟"
وہ کوئی جواب دیئے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تو وہ سر پر ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ رامین کو دیکھ کر فاریہ خوش ہو گئی۔
"کبھی تم بھی آ جایا کرو ہر بار مجھے ہی آنا پڑتا ہے۔" رامین اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی اور سائرہ کی طرف بڑھی، "آنٹی آپ تو بس ہمیں بھول گئی ہیں۔"
"ارے نہیں بیٹا۔۔ بس ویسے ہی کہیں آنے جانے کو دل ہی نہیں چاہتا۔" انہوں نے پیار سے رامین کی پیشانی چومی تھی۔
"اور بھئی۔۔ اکیلی آئی ہو۔ وہ آپ کے مرد مومن کدھر ہیں؟" اپنے بیڈ روم میں ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے فاریہ نے اس سے پوچھا تو اس نے فوراً ٹوک دیا۔
"اسے مرد مومن مت کہو۔ جھوٹ کا پلندہ ہے وہ۔"
"پھر کوئی لڑائی ہو گئی ہے کیا؟"
"ابھی تو نہیں ہوئی مگر ہو گی ضرور۔ پتا ہے وہ ہائر اسٹڈیز کے لیے نہیں جا رہا بلکہ یہیں عادل بھائی کی طرح تایا جان کا بزنس سنبھالے گا۔" اس نے گلوگیر لہجے میں بتایا تو فاریہ نہ تو اچھلی اور نہ چونکی۔
"تو اچھی بات ہے نا کیا فائدہ اتنی لمبی جدائی کا؟"
"بکواس نہیں کرو۔۔" وہ کوفت زدہ سی بولی پھر غور سے اسے دیکھا۔ "تمہیں ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی یہ سن کر؟"
فاریہ نے نفی میں سر ہلایا پھر ہنس کر مزے سے بولی۔ "اس لیے کہ اجلال کو سب پتا تھا۔"
وہ بھک سے اڑ گئی۔ بے یقینی انداز میں فاریہ کو دیکھا۔
"نہیں۔۔۔"
"جلبو می رومی۔۔۔ یہ سب سکندر بھائی کی پلاننگ

بھی۔ لیکن وہ صرف تمہیں تنگ کرنا چاہ رہے تھے۔"
فاریہ نے اسے یقین دلایا۔ وہ غصے سے بھری کچھ کہنے
لگی مگر تبھی سائرہ کولڈ ڈرنکس لے آئیں۔ اس نے
فوراً خود کو سنبھالا تھا۔

"آنٹی آپ بھی بیٹھیں ناں۔"

"تم لوگ باتیں کرو۔ میں ذرا دوپہر کے کھانے کا
بندوبست کر رہی تھی۔" وہ اس کا رخسار تھپکتی باہر نکل
گئیں۔ تو چند لمحوں تک وہ یونہی بیٹھی جیسے کچھ سوچنے
لگی۔

"کہاں ہو؟" فاریہ نے اس کی آنکھوں کے آگے
ہاتھ لہرایا۔

"پتا نہیں۔۔۔ آنٹی کو دیکھ کر۔۔۔ آئی ڈونٹ نو واٹ
آئی فیل؟" وہ الجھے ہوئے انداز میں بولی تو فاریہ ہنس
دی۔ تب رامین کو اپنا معاملہ یاد آگیا۔ ساتھ ہی غصہ
بھی۔

"اچھا تو تمہیں سب علم تھا مگر تم نے بتایا
نہیں۔"

"قسم سے مجھے خود تب پتا چلا جب پانی سر سے گزر
چکا تھا یعنی تمہارے نکاح والے روز واپسی پر اجلال نے
بڑے مزے سے یہ بات بتائی تھی۔" فاریہ نے جلدی
سے اپنی صفائی پیش کی۔ تو وہ چلائی۔

"تو بعد میں نہیں بتا سکتی تھی۔ وہ ذلیل انسان کتنے
استحقاق سے میری کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہا۔" اس
کی بات پر فاریہ کو ہنسی آگئی۔

"اچھا فرض کرو کہ یہ سب وہ نہ کرتے پھر؟"

"پھر یہ کہ میں کبھی اس سے شادی نہ کرتی۔" وہ دو
ٹوک انداز میں بولی۔ اور گلاس خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پر
پٹخا۔

"کم آن رومی۔۔۔ دس از جسٹ اے جوک۔"
فاریہ نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مگر وہ بھڑک اٹھی۔

"یہ جوک ہے۔ اتنے دنوں وہ میرے جذبات
سے کھیلتا رہا یہ مذاق تھا اس کے لیے۔ بعد میں کتنا ہنستا
ہوگا اپنی چالاکی اور میری بیوقوفی پر۔" اسے رونا آنے
لگا۔ اور فاریہ کو ہنسی۔

"بھئی اس میں رونے کی کونسی بات ہے۔ اگر
سکندر بھائی تھوڑے سے بے تکلف ہو بھی گئے تو کیا
ہوا۔ آفٹر آل نکاح ہو چکا ہے تم دونوں کا۔" اس نے بڑا
سرسری سا انداز اپنایا۔ رامین نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم اس کی فیور میں مت بولو۔۔۔ صرف اس کی
اس جھوٹی بکواس کی وجہ سے یہ نکاح ہوا ہے کہ وہ باہر
جا رہا ہے۔ ورنہ مجھ سے پوچھے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہیں
ہو سکتا تھا۔ اور میں تو مر کے بھی ہاں نہ کرتی۔" وہ دانت
پیس کر بولی۔

"اسی لیے تو انہوں نے یہ سب ناٹک کیا ہے۔"
فاریہ بے پروائی سے بولی۔

"وہ کیا سمجھتا ہے میں اسے معاف کر دوں گی۔ تم
دیکھنا تو سہی۔" وہ غصے سے بھری تھی۔

"ٹیک اٹ ایزی یار۔۔۔ ٹیک اٹ ایز اے جوک
اینڈ انجوائے اٹ۔" فاریہ نے اسے سمجھانے کی
کوشش کی تو وہ اس پر چڑھ دوڑی۔

"تم زیادہ اماں بی بننے کی کوشش مت کرو۔ اتنے
دنوں سے اس نے مجھے بیوقوف بنا رکھا ہے اور میں
اسے انجوائے کروں۔ مذاق سمجھوں؟" فاریہ نے گھبرا کر
اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

"ہنہ۔۔۔" وہ سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے
لگی۔ فاریہ کہنے لگی۔

"سچ بتاؤں تو یہ سکندر بھائی کی محبت ہے۔ جو وہ۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔ اپنی حمایت اپنے پاس ہی رکھو۔"
وہ اس کی بات کاٹ کر غرائی۔ تو فاریہ نے گہری سانس
لی۔ پھر اسے بغور دیکھنے لگی۔

"اب کیا چاہتی ہو تم؟"

"میں اس۔۔۔" وہ بڑے جوش سے بولنے لگی۔
مگر پھر اٹک گئی کچھ لائحہ عمل سوچا ہوتا تو بولتی اس لیے
سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا کہے۔

"ہاں ہاں۔۔۔ اب کیا چاہتی ہو؟" فاریہ نے طنزیہ
کہا۔ وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

"دیکھو رامین۔۔۔ تمہیں سکندر بھائی کی عادتوں کا پتا
ہے۔ وہ تمہیں چھیڑے بغیر تنگ کیے بغیر نہیں رہ

سکتے۔ پھر اب یہ بدگمانی کیوں۔۔۔؟" فاریہ بڑے رسان سے اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔

"اب کوئی جان بوجھ کر تو کوئی بلا سر نہیں لیتا۔ انہیں تم سے محبت ہے تمہارا خیال ہے تبھی تو انہوں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔" اس کی پوری بات رامین کی سمجھ میں آئی یا نہیں مگر وہ چلا اٹھی۔

"یہ بلا تم کسے کہہ رہی ہو؟" فاریہ گڑبڑا گئی۔

"میں بلا ہوں کیا؟" وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آئی مین 'جو رشتہ بادل ناخواستہ اپنایا جائے وہ بلا کی طرح ہوتا ہے۔ مگر تم سے تو انہوں نے محبت کی ہے اسی لیے اتنے مضبوط بندھن میں جکڑا ہے۔" فاریہ نے جلدی سے وضاحت کی مبادا وہ بات کو اپنے ہی انداز میں نہ لے جائے۔

"وہ میں نہیں جانتی۔۔۔ لیکن وہ مجھے دھوکا دیتا رہا ہے۔" وہ ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ فاریہ نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

اور تم اتنی بیوقوف ہو کہ اتنی آسانی سے دھوکا کھا گئیں۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ تم بھی اسے چاہتی ہو۔"

چند لمحوں تک وہ فاریہ کو گھورتی رہی پھر تکیہ بیڈ کی پشت سے ٹکا کر نیم دراز ہو گئی۔

"اب تم جاؤ اور جلدی سے ناشتہ بنا کر لاؤ میرے لیے۔" وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسے مشورہ دیا۔

"تم یہاں بیٹھ کر غور کرو میری باتوں پر۔۔۔ اور بیچارے سکندر بھائی پر۔"

"بیچارہ ہوگا وہ تمہارے لیے۔ اس کی خباثت تم نہیں جانتیں۔ ابھی رات کو اتنی ڈائیلاگ بازی کر رہا تھا۔ مجھے رلا کے رکھ دیا فضول شخص نے 'جدائی اور پتا نہیں کیا کیا کہہ کر اور مجھے" اس کی رنگت شہابی ہو گئی۔ فاریہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"بڑے مزے ہیں بھئی۔"

"بکواس نہیں کرو۔ میری جان جل رہی ہے۔ وہ کس قدر ہنسا ہوگا میری بیوقوفی پر۔" وہ بڑے دکھ سے بولی۔ فاریہ ہنستی ہوئی اس کے لیے ناشتہ بنانے چلی گئی۔ وہ گہری سانس لے کر آنکھیں موندے لیٹ گئی۔ تو لبوں پر آپ ہی آپ ہلکی سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"کس قدر بدتمیز ہو تم سکندر۔" وہ کتنی ہی دیر سکندر کی ہوشیاری اور اپنی بیوقوفی کے متعلق سوچتی رہی۔ ساتھ ہی اس کے والہانہ انداز اور بے خودی و بے اختیاری یاد آئی تو ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ جگمگا اٹھی۔

"تو کیا میں تمہارے یوں خیالوں میں مسکرانے سے سمجھ لوں کہ ایوری تھنگ از فائن؟" فاریہ ناشتے کی ٹرے لیے جانے کب آ گئی اور اب اسے اپنے آپ میں مگن مسکراتے دیکھ کر وہ مسکراہٹ دبا کر زور سے بولی تو وہ گڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"ہو گئی صلح؟" فاریہ نے ٹرے اس کے سامنے رکھ کر دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ فوراً ناراضگی سے پر لہجے میں زور دے کر بولی تو فاریہ ٹھنڈی سانس بھر کے اس کے لیے چائے انڈیلنے لگی۔

"جلال بھائی کی سناؤ۔۔۔ وہ کیسے ہیں؟"

"اے ون ہے وہ۔" بے ساختہ سی مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا گھیراؤ کیا تھا۔ رامین نوالہ نگلتے ہوئے جلدی سے پوچھنے لگی۔

"کب تک فائنل کیا ہے معاملہ ان لوگوں نے؟"

"خالہ تو منگنی کے حق میں نہیں ہیں۔" فاریہ نے بتایا۔ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے رامین نے اسے شرارت سے دیکھا۔

"خالہ یا خالہ کا بیٹا؟"

"جو بھی سمجھ لو۔" وہ شرمگیں سے لہجے میں بولی۔ تو رامین ہنس دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ جلد ہی تم پیا دیس سدھار رہی ہو۔"

"خیال تو کچھ ایسا ہی ہے۔" وہ بھی اسی انداز میں بولی۔ رامین نے ناشتے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔ پھر اس کی خاموشی پر اسے

دیکھا۔

"فاری۔۔ کہاں ہو بھئی؟"

"ہوں۔۔" وہ چونکی تھی۔ "پرسوں آئے تھے زمان ملک صاحب۔" اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی تلخی تھی۔ رامین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کیا واقعی؟"

جواباً "اس نے گہری سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا کہہ رہے تھے؟" وہ ٹرے پرے ہٹاتی بڑے تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیوں آئے ہوں گے؟" وہ تکیہ گود میں رکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"اوں۔۔ پتا نہیں۔" اس نے چند لمحے سوچ کر شانے اچکائے۔

"وہ ہمیں لینے آئے تھے۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولی تو رامین بس اچھل ہی پڑی۔

"واٹ۔۔؟ امپاسبل۔"

"بٹ اٹس ٹرو۔" وہ پھیکے لہجے میں بولی۔

"پوری بات بتاؤ۔ کسوٹی کیوں کھیل رہی ہو۔" وہ اب کے جھنجلا اٹھی۔

"مائی ڈیئر۔۔ بات یہ ہے کہ قدرت انصاف پہ اتر آئی ہے۔ زمان ملک کی رسی جتنی ڈھیلی رہنی تھی رہ لی۔ اب قدرت کے کھینچنے کی باری ہے۔" فاریہ کے انداز میں کھنکھناہٹ سی تھی۔ رامین ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ لیے محو حیرت اسے سن رہی تھی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اب وہ پچھتا رہے ہیں؟"

"کوئی ایسا ویسا، عابدہ جیسی عورت جس مرد کے پیچھے ہو اس کے لیے بس پچھتاوا ہی رہ جاتا ہے۔" وہ سکون بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"مہرین کو جانتی ہو نا عابدہ کی بیٹی؟"

"ہاں جانتی ہوں۔" رامین نے سر ہلایا۔

"اس نے سول میرج کر لی۔"

"واٹ۔۔؟" فاریہ جس قدر اطمینان سے بولی رامین کو اسی قدر شدید جھٹکا لگا۔

"اور عابدہ اس موقع پر شوہر کا ساتھ دینے کی بجائے بیٹی کا فیور کر رہی ہے۔"

"رامین نے تاسف سے سر جھٹکا۔ "کتنی جلدی تمہارے ابو کو خدا نے اصل حقیقت دکھا دی۔"

"میں جانتی تھی کہ کبھی نہ کبھی ایسا ضرور ہو گا۔ مہرین کے بیگ سے پین لیتے وقت میں نے چند لیٹرز دیکھے تھے کسی لڑکے کے۔" وہ تکیہ بیڈ کے وسط میں رکھ کر کہنی کے بل نیم دراز ہوتے ہوئے رسان سے بولی۔

"پھر اب؟" قدرے توقف سے رامین نے پوچھا تھا۔

"پھر اب یہ کہ زمان ملک کی اکڑ اور تنتنا ختم ہو چکا ہے۔ اس قدر بدنامی سمیٹی ہے انہوں نے کہ اب وہ سر اٹھا کے چلنے کے قابل نہیں رہے۔" فاریہ کے لہجے میں تنفر تھا۔ رامین نے تنبیہی انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"یہ انداز تمہیں سوٹ نہیں کرتا فاری، بدلہ لینے والے سے معاف کر دینے والا بڑا ہوتا ہے۔"

"تم بھی امی والی زبان بول رہی ہو، اس شخص کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہوں میں۔" وہ اکتاہٹ آمیز انداز میں بولی۔ گویا اسے بات ختم کرنے کو کہا۔

"اتنا وسیع ظرف تو نہیں ہے ہم لوگوں کا کہ اتنی آسانی سے اس طرح کے شخص کو معاف کر دیں۔ میں تو تمہارے انداز کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔" رامین نے فوراً "وضاحت کی۔ واقعی زمان ملک نے جو کچھ کہا تھا جو کچھ کیا تھا وہ بھولنے والا تو نہیں تھا خصوصاً" ایک بیٹی کے لیے۔

"یہی بات تو میں امی کو سمجھا رہی تھی۔ وہ تو فوراً" تیار ہو بیٹھی تھیں۔ میں تو کمرے سے نکلی ہی نہیں۔ مجھے اس شخص کی صورت تک سے نفرت ہے۔ وہ مجھ سے نگاہیں کیسے ملا سکتا ہے جس نے میری کردار کشی کی ہو۔"

"اور عابدہ۔۔ آئی مین وہ کہاں ہے؟" رامین کو

خیال آیا۔
"جس قدر ٹھگنا تھا اس نے ٹھگ لیا' اب اسے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ اسی گھر میں رہے یا کہیں اور بہر حال بقول ان کے وہ واپس جا چکی ہے اپنی ماں کے گھر۔"
"چہ۔ اس عمر میں ایسی حرکتیں۔۔۔" رامین نے جھر جھری سی لی۔
"چھوڑو دفع کرو۔ میں نے تو سب کچھ خدا پہ چھوڑ رکھا تھا۔" فاریہ نے کہا۔
"ویسے کوئی ریزن تو ہو گا تمہارے ابو کے اس رویئے کا تم لوگوں کے ساتھ' کیوں وہ ایسا ہی ہو کرتے تھے؟" رامین الجھی۔
"یہ وہ ٹاپک تھا جس پر کبھی اس نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ حالانکہ چار سال سے وہ دونوں ساتھ تھیں۔
"بھائی کی وجہ سے۔۔۔" فاریہ گہری سانس لے کر مبہم انداز میں بولی تو رامین چکرا گئی۔
"بھائی۔۔۔ یو مین تمہارا بھائی؟"
"ہاں۔۔۔ بھائی کے بعد سے ان کا رویہ ایسا ہو گیا تھا۔ حالانکہ یہ مشیت ایزدی تھا مگر زمان ملک سارا قصور امی کے سر پر ڈال گئے۔ ایک تو پہلے ہی انہوں نے امی سے شادی اپنے گھر والوں کے دباؤ میں آ کر کی تھی اوپر سے جب بھائی بچھڑا تو انہوں نے اس کو بہانہ بنا کر عابدہ جیسی خرانٹ عورت کو گھر میں لانے میں دیر نہیں لگائی۔ تبھی میں پیدا ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے میرا بھی خیال نہیں کیا۔" وہ جیسے کھوئے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔
"کتنی عمر تھی تمہارے بھائی کی۔۔۔؟" رامین دکھ کے حصار میں تھی۔
"بہت چھوٹا تھا۔ کوئی ساڑھے تین سال ہو گی عمر اس کی۔" فاریہ کے لہجے میں نمی اتر آئی تھی۔ "آج اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو۔"
"یہ سب تو خدا کی مرضی ہے فاریہ۔ اچھا چلو اب ذرا مجھے اپنے مستقبل کے پلانز سے آگاہ کرو۔ تاکہ میں بھی کوئی کپڑے وغیرہ بنوا لوں۔" رامین نے فوراً بات بدلی تھی۔ مبادا مرے ہوئے بھائی کا ذکر اسے دلگرفتہ کر دے۔

* * *

"اے میں کہتی ہوں راشدہ۔ تمہیں کیا سوجھی جو اپنی اتنی خوب صورت بیٹی اس نام نہاد کے پلے باندھ دی۔" وہ جب سے یہ خبر سن کے بیٹھی تھیں تب سے یہی بات دہرا رہی تھیں۔ چچی جان نے گہری سانس لی۔
"آپا! اتنا قابل اور لائق بچہ ہے وہ۔ اور نام نہاد کیوں۔ بھائی صاحب کا بیٹا ہے۔ جیسا عادل ویسا وہ۔" وہ گویا ناراضگی سے بولیں مگر آپا پر اثر ہو جائے یہ ممکن نہیں تھا۔
"اے لاکھ کہیں وہ کچھ' مگر جو سچ ہے وہ سچ ہی ہے۔" وہ جل کر بولیں چچی جان انہیں سمجھانا عبث جان کر اٹھ گئیں۔
آپا روبینہ تھیں تو چچی جان کی بڑی بہن مگر جانے کیوں ان کی کبھی ان سے بنی نہ تھی۔ شاید اس کی وجہ طبیعتوں کا تضاد اور عمروں کا فرق تھا۔ چچی جان جتنی سلجھی ہوئی اور دھیمے مزاج کی تھیں روبینہ آپا اتنی ہی تیز طرار اور تیکھے مزاج کی تھیں۔ عرصہ دراز سے وہ شوہر اور بچوں سمیت مسقط میں مقیم تھیں۔ اسی وجہ سے وہ نکاح میں شرکت کے لیے نہیں آسکیں۔ مگر اب رامین کو دیکھ کر ان کی رال ٹپک پڑی تھی۔ یعنی ان کا ارادہ تھا کہ وہ رامین کو اپنے بیٹے زید کے لیے مانگ لیتیں۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اور چل رہا تھا۔ آپا کو چچی جان کا یہ عاقبت نااندیشانہ فیصلہ قطعی پسند نہیں آیا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں لمبی اننگ کھیلنے کی پلاننگ کر لی تھی۔
اگلے چند دنوں میں سکندر رہی کیا باقی سب نے بھی آپا کا سکندر سے تیکھا اور طنزیہ رویہ نوٹ کر لیا تھا۔ اور یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آئی ان کے رویئے کی سوائے چچی جان کے۔
"میرا تو ان محترمہ سے بات کرنے کو قطعی جی نہیں چاہتا۔" وہ تائی جان کے نرمی سے سمجھانے پر برہمی سے سر جھٹک کر بولا تھا۔
ادھر زید صاحب نے رامین کے پیچھے پیچھے پھرنا

شروع کر دیا۔ رامین نے اس کی حرکتوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ایک تو یہ وجہ تھی کہ وہ لوگ اتنے عرصے کے بعد ملے تھے دوسرے اسے یہ خیال تھا کہ اب وہ تقریباً "شادی شدہ لڑکی" ہے۔ اس لیے کسی دوسرے کو غلط فہمی کا شکار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ زید کے ساتھ بازار اور کبھی کبھار سکندر موجود نہ ہوتا تو فاریہ کی طرف چلی جاتی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے آج کل؟" رامین ابھی ابھی بازار سے لوٹی تھی۔ زید اسے ڈراپ کر کے کسی کام سے نکل گیا سکندر دندناتا ہوا اس کے کمرے میں آیا تھا۔ وہ دوپٹہ گود میں رکھے کرسی پر ریلیکس ہو کر بیٹھی تھی۔ اس افتاد پر ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ دوپٹہ فوراً شانوں پر ڈالا۔ اور ناگواری سے سکندر کو دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ پسلیوں پر جمائے اسے گھور رہا تھا۔

"کس سے پوچھ کر تم اس چھچھوندر کے ساتھ گئی تھیں؟" اس کے انداز میں رامین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا، وہ میرا کزن ہے اور کسی سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے کبھی کسی نے نہیں روکا۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔ جیسے سکندر کا انداز پسند نہ آیا ہو۔

"مگر اب میں روک رہا ہوں۔ خبردار جو آئندہ تم اس کے ساتھ کہیں گئیں شکل سے ہی لفنگا لگتا ہے وہ۔" وہ تحکمانہ انداز میں ناگواری سمو کر بولا۔ رامین کو اس کی جھنجلاہٹ بہت لطف دے رہی تھی۔

"تو کیا ہوا، تمہارے ساتھ بھی میں ہر جگہ جاتی تھی۔" وہ محظوظ کن انداز میں مزے سے بولی۔

"تم مجھے اس لفنگے سے ملا رہی ہو؟" وہ خونخوار سا آگے بڑھا۔ رامین فوراً کرسی سے اٹھ گئی۔

"بہت ذہین ہو تم۔" کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے وہ اسے سراہنے والے انداز میں بولی۔ تو سکندر نے دانت کچکچائے۔

"شٹ اپ۔"

"جیلس کیوں ہو رہے ہو میرے اتنے ہینڈسم کزن سے؟" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں بولی۔ چند ثانیوں تک وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"پتا نہیں تمہیں کہاں سے وہ ہینڈسم نظر آتا ہے۔ اگر تمہارا کوئی بھائی ہوتا تو اس کی شکل بالکل زید جیسی ہوتی۔ اس کی تو شکل دیکھتے ہی بھائی کہہ دینے کو جی چاہنے لگتا ہے۔" وہ بہت تپ کر کہہ رہا تھا۔ وہ چلائی۔

"ابھی تم اسے چھچھوندر کہہ رہے تھے اور اب اسے میرا بھائی بنا رہے ہو؟"

"یعنی مانتی ہو کہ وہ۔" وہ پہلی مرتبہ ہنسا۔

"ہنہہ..." رامین نے منہ پھلایا تھا۔

"چلو ادھر آؤ میری بات سنو۔" ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا تھا۔

"کیوں؟" تنک کر پوچھا۔

"اعتبار نہیں کیا؟" وہ مسکرایا۔ جواباً رامین نے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"آئندہ سے تم ہر جگہ صرف میرے ساتھ جاؤ گی۔ گولی مار دوں گا اگر اس چھچھوندر کے ساتھ کبھی دکھائی دیں تو۔" وہ بڑے استحقاق سے کہہ رہا تھا۔ اور وہ اسے تنگ کرتی، اس کا مذاق اڑاتی، اس کی بات نہ مانتی اگر وہ اس کے اتنے قریب نہ ہوتا تو اس کا چہرہ اوپر کر کے وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"خفا تو نہیں ہو نا...؟"

رامین نے بدقت تمام نفی میں سر ہلایا تھا۔

کھانے کی میز پر سبھی موجود تھے۔ رامین کے ساتھ والی چیئر پر زید براجمان تھا اور بالمقابل سکندر، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جس طرح سکندر اسے گھورتا اور اشاروں سے زید کے پاس سے اٹھنے کے لیے کہتا اس پر رامین کو بہت ہنسی آ رہی تھی۔

"یہ لیجیے نا زید بھائی، شامی کباب میں نے خاص آپ کی پسند کے بنائے ہیں۔" رامین نے سکندر کو جلا ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ سنگ کر پانی کا گلاس حلق میں انڈیلنے لگا۔ تایا تو ان دونوں کو دیکھ کر

نہال ہو رہی تھیں۔ البتہ سکندر پر وہ بہت تپتی ہوئی نگاہ ڈالتی تھیں۔ چائے کے دور کے بعد چچا جان اور تایا جان اپنے کمروں میں چلے گئے جبکہ خواتین کی محفل یونہی جمی ہوئی تھی۔ وہ سب ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے۔ سکندر اور صبا لڈو کھیل رہے تھے۔ جبکہ رامین بہت بے پروائی اور بے نیازی سے زید سے گفتگو کر کے مسلسل اسے تنگ کر رہی تھی۔

"اور میاں... تم کب تک فارغ بیٹھے رہو گے کچھ کرنا نہیں ہے کیا؟" آپا اس قدر اچانک سکندر سے مخاطب ہوئی تھیں کہ سبھی لمحہ بھر کو خاموش رہ گئے۔ سکندر فوراً بولا تھا۔

"جی بس نکاح کر لیا ہے چند ماہ میں شادی بھی ہو جائے گی۔"

اس کے پر اطمینان انداز پر سب نے بے ساختہ اپنی ہنسی دبائی تھی جبکہ چچی جان کا دل اندیشوں سے بھر گیا۔ انہوں نے ہول کر آپا کی طرف دیکھا تھا۔

"ہنہ... شادی ہو جائے گی۔" آپا نے حقارت سے اسے دیکھا۔ "ارے پہلے اپنی جڑوں کا پتا تو لگاؤ۔ پھر یہ خواب دیکھنا۔"

"آپا۔" چچی جان تیز لہجے میں بول اٹھیں۔ سکندر ششدر سا انہیں دیکھ رہا تھا۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

"روبینہ! اپنی زبان کو لگام دو' اور یہ کیا فضول باتیں لے بیٹھی ہو تم؟" تائی اماں کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ انہوں نے تند لہجے میں آپا کو ٹوکا۔

"ہاں جی' آپ کا کیا جا رہا ہے۔ آپ کو تو یہ سب فضول ہی لگے گا۔ مفت کی جائیداد جو ہاتھ آ رہی ہے۔ مگر میں اپنی بھانجی پر یہ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔" وہ طنزیہ لہجے میں تنفر سمیٹے بولیں۔

ایک پل میں ہی ماحول تبدیل ہو گیا تھا۔ سب ششدر رہ گئے تھے۔

"خاموش ہو جاؤ روبینہ۔" تائی اماں چیخیں۔ سدا کی حلیم الطبع ماں کا یہ روپ سکندر اور صبا کے لیے انوکھا تھا۔

"کیوں... میں کیوں چپ رہوں۔ ارے میں کہتی ہوں راشدہ تمہارا تو دماغ چل گیا ہے۔ اکلوتی بچی کو لاوارث کے پلے باندھ دیا۔ ارے جس کے نہ باپ کا پتا نہ ماں کا۔"

"راشدہ... اسے کہو کہ اپنی بکواس بند کرے۔" تائی اماں غصے کی شدت سے بے حال ہو رہی تھیں۔ اور آپا نے بات ڈھکی چھپی نہیں کی تھی کہ کسی کو سمجھ نہ آتی۔

سکندر کا دماغ سنسناہٹوں میں گھرا ہوا تھا۔

"امی... یہ کس کی بات کر رہی ہیں؟" اسے خود اپنی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ تائی اماں کو جیسے یکلخت اس کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

"کوئی نہیں' کچھ نہیں۔" وہ تیزی سے اٹھیں اور سکندر کے پاس بیٹھ کر اسے خود سے لپٹا لیا۔ پھر رندھی ہوئی آواز میں چچی جان کو مخاطب کیا۔

"راشدہ! اس سے کہو کہ یہاں سے چلی جائے۔"

"اے ہے... سچی بات کہی تو کڑوی لگ گئی۔ اتنا ہی سگا ہے تمہارا تو اپنی بیٹی کا نکاح پڑھوا دیتیں۔" وہ تنک کر بولیں۔ اک آسمان تھا جو ٹوٹ کر گر پڑا تھا۔

یا قیامت تھی جس میں وہ گھر گیا تھا۔

اتنی بڑی بات' بغیر وجہ کے کہنے کی کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی۔

تائی اماں نے آپا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا۔

"آپا! آپ چلی ہی جائیں تو بہتر ہے۔ ہمارے معاملات میں آپ کو بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

چچی جان نے تلخی سے کہا تو وہ بہن کو گھورتی بڑ بڑاتی اٹھ گئیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں' سڑکوں پر سے رلتا بچہ اٹھا کر گھر لے آنے سے اس کا خون نہیں بدل جاتا۔ اگر اتنی ہی محبت ابل رہی تھی تو صبا سے بیاہ دیتیں پھر پتا چلتا۔"

"امی۔" صبا زور سے چیخی تھی۔ "کیا بکواس ہے یہ؟" کسی انہونی کے خیال سے اس کے آنسو بہنے لگے تھے۔ سب ششدر تھے۔

"اور سکندر؟"
اس کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں کہنے کو۔
اتنے صاف اور واضح الفاظ میں کہی گئی باتیں کیسے سمجھ میں نہ آتیں۔

"یہ۔۔ یہ سچ کہہ۔۔۔ رہی ہیں؟" وہ بے۔یقین سی نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"کوئی نہیں جھوٹ بول رہی ہے یہ۔" انہوں نے یوں دبوچ کر سکندر کا سر سینے سے لگا رکھا تھا جیسے اس کے چھن جانے کا ڈر ہو۔ ان کی آنکھوں سے سیل رواں جاری تھا۔

"امی۔۔۔ امی۔۔۔ یہ کیا ہے سب؟" صبا کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔ وہ ماں کے پاس ڈھے سی گئی۔ وہ چپ چاپ سکندر کے بالوں پر ہونٹ رکھے روتی جا رہی تھیں۔ سکندر نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا بس خاموشی سے ان کی گود میں سر رکھے بیٹھا تھا۔ بھابی اور رامین گویا سکتے کی سی کیفیت میں تھیں۔۔۔ چچی جان نے آپا کو اسی وقت رخصت کر دیا۔ بات تایا جان اور چچا جان تک پہنچ گئی تھی۔

"آپ نے بھی کبھی مجھے نہیں بتایا' اتنی بڑی بات۔" بھابی کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ ان کے شکوے پر عادل نے تھکے ہارے انداز میں انہیں دیکھا۔

"کیا بتاتا تمہیں کیا کہتا؟"

"یہی کہ سکندر یعنی۔" وہ اٹکیں۔ اگلا لفظ کہنے کی ہمت ہی نہیں پڑی کہ "لاوارث" ہے۔

"جو بات تم اب بھی نہیں کہہ سکتیں وہ میں کیسے کہہ سکتا تھا۔ اور پھر کہتا تو میں تب جبکہ میں اسے "لاوارث" یا "لے پالک" سمجھتا۔ وہ میرا بھائی تھا میرا بھائی ہے اور رہے گا۔" عادل کا انداز بے لچک اور اٹل تھا۔

"سب کتنے ڈسٹرب ہو گئے ہیں اور سکندر کس قدر ہرٹ ہوا ہے اس کو تو آپا جان نے ایکدم سے تپتی دھوپ میں لا کھڑا کیا ہے کسی سے بات نہیں کرتا وہ کمرے سے باہر تک نہیں آتا' تائی اماں اس کے پاس سے اٹھنے کو راضی نہیں۔ صبا کی حالت الگ خراب ہو رہی ہے۔ میرے سمجھ میں نہیں آرہا کہ سب کو کس طرح تسلی دوں۔ کیا کروں کہ سب کچھ پہلے ہی کی طرح ہو جائے۔ پھر سے یہ گھر سکندر کے قہقہوں سے گونجنے لگے۔"

ان کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہو گئی۔ پلکوں نے پانی کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا۔ عادل کی آنکھوں میں سرخی سی اتر آئی تھی۔ وہ لاکھ کہتے کہ "کوئی بات نہیں ہے" مگر بات بہرحال بہت بڑی تھی۔ یکلخت سکندر سے اس کی شناخت اس کا مان چھین لیا گیا تھا۔ وہ گہرے صدمے کی زد میں تھا۔ جس گھر میں اس نے چوبیس سال گزارے تھے (اس کے خیال میں ستائیس) اب اسے خبر ہوئی تھی کہ اس کی رگوں میں اس گھر کے مکینوں کا خون نہیں دوڑ رہا۔ وہ کیوں طوفانوں کی زد میں نہ آتا۔ کیوں اس کا ذہن صدمے سے شل نہ ہو جاتا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں۔۔۔ میں نے ابو نے چچا جان نے سمجھایا ہے اسے ابھی فی الحال وہ شاکڈ ہے مگر وہ ہے تو ہمارا اور وہ اب بھی ویسے ہی رہے گا۔" عادل کے لہجے میں ہمیشہ کی طرح سکندر کے لیے شفقت اور پیار تھا۔ بھابی نے آنکھیں رگڑ کر خشک کیں۔

"خدا کرے کہ سکندر پہلے جیسا ہو جائے۔ مجھے تو اس کی خاموشی سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عادل نے ان کا سر اپنے شانے سے لگا کر سہلایا تو انہوں نے دل ہی دل میں آمین کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

تایا جان نے صرف چار دن برداشت کیا تھا۔ پانچویں دن ان کی برداشت جواب دے گئی۔

"کہاں ہے یہ نالائق؟ میں نے اس سے کہا تھا کہ فوراً" آفس جوائن کرے۔ مگر حد ہوتی ہے نالائقی کی۔ صاحبزادے نے ایک بار بھی شکل نہیں دکھائی۔"

وہ گرجتے ہوئے اس کے کمرے میں چلے آئے۔ تائی اماں ہراساں ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔ وہ سکندر کی طرف متوجہ تھے۔

"کیا بات ہے بھئی۔ اتنے آرام طلب کب سے

ہو گئے ہو تم؟" وہ تیوریاں چڑھائے پوچھ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے بستر کے کنارے پر بیٹھا تھا۔

"میں تم سے مخاطب ہوں صاحبزادے۔ خیر تو ہے آفس کیوں نہیں جا رہے۔" وہ چھوٹ دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"ہوں۔۔۔" تایا ابا نے ہنکارا بھرا۔ "طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ حد ہوتی ہے آرام طلبی کی۔ بوڑھا باپ بھاگ دوڑ کر رہا ہے اور جوان بیٹے گھر میں بیٹھے ہیں۔" وہ سخت خفا تھے۔ سکندر نے سختی سے لب بھینچے جیسے خود کو کچھ کہنے سے سختی سے باز رکھا ہو۔

"اب یہ فضول حرکتیں چھوڑو۔ بچے نہیں ہو تم، چند دنوں بعد شادی ہو جائے گی تمہاری۔ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے اپنا کاروبار سنبھالو۔" وہ ہنوز اسی لب و لہجے میں بات کر رہے تھے۔ ان کے انداز سے بالکل بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ انہوں نے سکندر کی حیثیت میں کوئی فرق آنے دیا ہے۔ پہلے ہی جیسا استحقاق ان کے انداز میں اب بھی تھا۔ وہ تحکمانہ انداز میں کہہ کر پلٹے تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کیا کروں گا بزنس سنبھال کر، اور پھر میرا انٹرسٹ بھی نہیں ہے، سب سے اہم بات کہ آپ کے بیٹے نے سب معاملات اچھی طرح سنبھال رکھے ہیں۔ پھر میری کیا ضرورت ہے۔"

اس کے بے تاثر سے سپاٹ انداز پر تائی اماں کا ہاتھ بے اختیار کلیجے پر گیا اور تایا جان ایک جھٹکے سے پلٹے تھے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟" ان کے تیور کڑے تھے۔

وہ جوتے کی نوک کارپٹ پر رگڑتے ہوئے بہت الجھا تھکا ہارا سا دکھائی دے رہا تھا۔ تائی اماں کے دل کو جیسے کوئی چیرے جا رہا تھا۔ برسوں کی ریاضت اکارت ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ زندگی بھر کی کمائی ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔ "وہ خفا کیوں نہ ہو تم۔۔۔

"اب تو سب کچھ کھل چکا ہے، کسی ایسے سوال کی گنجائش باقی نہیں رہی۔" وہ بڑے ضبط سے کہہ رہا تھا۔ "اور پھر جس کا حق تھا اس نے سنبھال لیا۔ مجھ پر تو جو احسانات آپ نے۔۔۔"

"بکواس مت کرو۔" تائی اماں درمیان ہی میں چلا اٹھی تھیں۔ انہوں نے پھر سے رونا شروع کر دیا تھا۔

تایا جان نے ناگواری سے سکندر کی طرف دیکھا اور تیز لہجے میں بولے۔

"یہ کیا ڈرامہ بازی شروع کر رکھی ہے تم نے؟ کئی دنوں سے میں تمہارے انداز دیکھ رہا ہوں۔ میرے سمجھانے کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔"

"کیا چاہتے ہیں آپ لوگ، کیا کروں میں؟ میری شناخت میرا مان مجھ سے چھن گیا ہے اور آپ مجھ سے خوش ہونے کی توقع کر رہے ہیں۔ میری رگ رگ میں اذیت دوڑ رہی ہے۔" وہ پھٹ پڑا۔

"نہ کرو ایسی باتیں سکندر۔۔۔ صرف تمہیں جنم ہی تو نہیں دیا۔ باقی تو ہر حق پورا کیا ہے میں نے تمہاری ماں ہونے کا۔" تائی اماں کا دل تو قابو ہی میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سکندر سے یوں لپٹ گئیں جیسے اسے کبھی کہیں جانے نہیں دیں گی۔

"آپ لوگوں کی یہی محبتیں تو مجھے روکے ہوئے ہیں ورنہ تو۔۔۔"

"بس۔۔۔" تایا جان نے زور سے کہتے ہوئے ہاتھ اٹھایا۔ "اس سلسلے میں اس سے آگے میں کوئی بات نہ سنوں۔ ہر چیز پہلے جیسی ہونی چاہیے۔ کسی کی ذرا سی بکواس پر تم لوگوں نے پہاڑ بنا لیا ہے۔"

"اب بہت کچھ بدل چکا ہے۔ کل میں جو کچھ تھا آج وہ نہیں ہوں اور اس حقیقت سے نگاہیں چرانے کا کوئی فائدہ نہیں کہ۔۔۔ کہ میں آپ لوگوں میں سے نہیں ہوں۔" وہ سپاٹ انداز میں بولا تھا۔

"شٹ اپ سکندر۔۔۔ میں جتنے آرام سے بات کر رہا ہوں تم اتنی ہی بات کو بڑھا رہے ہو۔" وہ بھڑک اٹھے۔ "کیا بدل گیا ہے آج۔۔۔ میں یا تم؟ اور کب احساس ہوا تمہیں کبھی کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔

بھول جاؤ اس ساری بکواس کو... تمہارے نام کے ساتھ میرا نام آتا ہے، تمہاری شناخت میں ہوں۔" وہ تیز لہجے میں کہہ کر چلے گئے۔

انہوں نے اسے گویا تنبیہہ کی تھی کہ اب وہ اس سلسلے کو یہیں ختم کردے مگر وہ کیا کرتا۔ اس کی تو دنیا ہی تلپٹ ہوگئی تھی۔ ایک دم سے وہ خود کو ہوا میں معلق محسوس کرنے لگا تھا۔

"کتنا ظلم کیا ہے آپ لوگوں نے میرے ساتھ، پہلے سے ہی مجھے بتا رکھتے تو اس قدر دھچکا نہ لگتا مجھے لاوارث تو اب کیا ہے آپ لوگوں نے مجھے۔" وہ آنکھوں میں اترتی سرخی لیے تائی اماں سے مخاطب ہوا لہجہ بہت تھکا ہارا سا تھا۔ انہوں نے تڑپ کر اسے خود سے لپٹا لیا۔

بے بس ممتا کے آنسو بے آواز بہے جارہے تھے۔

"ایسا نہ کہو سکندر... تو تو میری جان ہے۔ جانتا بھی ہے پھر بھی ایسی دل جلانے والی باتیں کرتا ہے۔ میں نے بھلا تجھے کب غیر جانا تھا جو یہ سب تجھے بتاتی، میرا تو کلیجہ کٹنے لگتا ہے جب بھی تو ایسی بات کہتا ہے۔ ان چوبیس سالوں میں میں نے کبھی نہیں سوچا کہ تجھے میں نے جنم نہیں دیا۔ تو اب کیسے مان لوں کہ تو میرا نہیں ہے۔"

سکندر نے ان کے شانے میں چہرہ چھپاتے ہوئے بہت ضبط سے آنکھیں موند لیں۔ تبھی صبا اندر داخل ہوئی تھی۔ بھیگے بھیگے سے ماحول نے اسے پل بھر کو ٹھٹکا دیا۔ پھر اس نے لہجے میں بمشکل بشاشت بھر کے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے...؟ بھائی اتنے بڑے ہوگئے ہو اب تو یہ لاڈ پیار چھوڑ دو۔" سکندر نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔

"اب وہ سب کچھ ختم ہوگیا ہے صبی، مجھے تو اب پتا چلا ہے کہ یہ لاڈ پیار تم لوگوں کا حق تھا جو انجانے میں، میں غصب کرتا رہا۔"

صبا تو ویسے بھی چھوٹے دل کی مالک تھی سکندر کی دلگرفتہ اور شکست باتوں پر وہ سسک اٹھی۔

"بھائی پلیز... مت کرو ایسی باتیں۔ اتنی مشکلوں سے میں وہ سب بھلاتی ہوں مگر تم" وہ اس کے شانے سے سر ٹکا کر رونے لگی۔

پیار تو اسے عادل بھائی سے بھی بہت تھا مگر سکندر میں تو ہر پل اس کی جان اٹکی رہتی تھی۔ آپا کے الفاظ نے اس کے جذبات کو اس قدر مجروح کیا تھا کہ کئی دنوں تک وہ روتی رہی تھی۔ بار بار وہ ماں سے پوچھتی۔

"امی! سکندر تو میرا بھائی ہے نا، پھر آپا نے اس قدر گری ہوئی بات کیوں کہی، وہ تو میرا بھائی ہے نا۔"

اور سکندر تو عجیب سے احساسات میں گھر گیا تھا۔ ماں، بہن، بھائی، باپ ہر رشتہ ایک دم سے پرایا ہوگیا تھا۔ صبا جب روتے ہوئے اس سے لپٹی تو لمحہ بھر کو اس کی ذہنی رو بھٹکی تھی۔

کیوں... کس رشتے سے؟ کیا اس پر کوئی فتویٰ نہیں؟

یا اللہ... اس نے دانتوں پر دانت جما کر آنکھیں موندی تھیں۔

"سب بکواس کرتے ہیں بھائی۔ جب خدا نے تمہیں میرا بھائی بنا کر بھیجا ہے تو پھر یہ سب لوگ جو چاہیں کہتے رہیں۔" صبا نے روتے ہوئے کہا تھا۔ سکندر کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔ اس نے تمام تر ذہنی پراگندگی کو جھٹکتے ہوئے ہمیشہ کی طرح صبا کو خود سے لپٹا کر اس کا ماتھا چوما اور پھر ہاتھ۔

"تم میری بہن ہو... خدا کی قسم... تم میری بہن ہو۔"

وہ تینوں رو رہے تھے۔ صبا اور تائی اماں نے اسے یوں بانہوں کے حصار میں لے رکھا تھا جیسے اسے دنیا کی ہر آفت سے بچا لیا ہو۔

✹ ــــــ ✹ ــــــ ✹

"تم کیوں ان سب فضول باتوں کو دل پر لیے بیٹھی ہو۔ گھر والوں کے لیے یا سکندر بھائی کے لیے واقعی یہ ایک دھچکا ہو سکتا ہے مگر یار... بیوی تو صرف بیوی ہوتی ہے سگی یا سوتیلی نہیں۔ پھر تمہاری پرابلم کیا ہے؟" فاریہ اسے یوں اجڑے اور ویران سے حلیے میں دیکھ کر

ڈانٹ رہی تھی۔ رامین کا چہرہ اور آنکھیں گواہ تھیں کہ وہ روتی رہی ہے۔ چچی جان نے تنگ آکر فاریہ کو بلوایا تھا۔

"مجھے کوئی دھچکا نہیں لگا فاری۔" وہ تڑپ کر بولی۔ آنکھیں فوراً "جل تھل ہو گئیں۔ "یہی بات تو وہ بھی نہیں سمجھ رہا۔ میرے لیے تو وہ فقط سکندر بخت ہے۔ میں نے صرف اس کے نام سے رشتہ جوڑا ہے۔ اس کو چاہا ہے اور مجھے اس راہ پر لاکر اب وہ وہ ایکدم پلٹنے لگا ہے۔"

اس کے بھیگے لہجے میں دکھ گھلا ہوا تھا۔ فاریہ لب بھینچے چند لمحوں تک اسے دیکھے گئی۔ پھر پرسوچ انداز میں بولی۔

"کیا کہتے ہیں سکندر بھائی؟"

"کچھ بھی نہیں، کچھ بھی تو نہیں کہتا وہ مگر اس کی خاموشی اس کا گریزاں انداز مجھے اس کے ایک ایک ارادے کا پتا دے رہے ہیں اور تم نے ٹھیک کہا تھا فاری، خاموشی کچھ کہہ دینے سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے اس کی خاموشی میرے اندر خوف کے درخت کو مضبوط کر رہی ہے اور، اور میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں اسے کیسے سمجھاؤں وہ اندر ہی اندر گھل رہا ہے مگر کسی سے کچھ نہیں کہتا۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"یہ تو نیچرل ری ایکشن ہے۔ ان کی بھی معاشرے میں عزت اور مقام ہے اب ایک دم سے یوں وہ بے شناخت ہوگئے، اس لیے ذہنی، وجذباتی بحران کا شکار ہیں۔ اتنی باتیں برداشت کرنا سہل کام نہیں وہ بھی شاکڈ ہیں تم لوگوں کی "تایا بیگم" تو پتا نہیں جاتے جاتے بھی سب کو کیا کچھ بتا گئی ہیں۔" فاریہ نے سکندر کی ذہنی و جذباتی کیفیت کا تجزیہ کیا تھا رامین بھڑک اٹھی۔

"فاری! تایا جان اور تائی اماں نے امی اور ابو سے کوئی بات بھی چھپا نہیں رکھی تھی۔ وہ لوگ شروع سے جانتے تھے کہ سکندر تایا جان کی حقیقی اولاد نہیں۔ یہ بات صرف بچوں کو نہیں بتائی گئی کیونکہ انجانے میں

ہی کبھی کبھار وہ ایک دوسرے کو ہرٹ کر جاتے ہیں۔ بس یہیں سب سے غلطی ہو گئی۔ سکندر کو یہ سب ضرور معلوم ہونا چاہیے تھا۔ جب امی کو کوئی اعتراض نہیں ابو سکندر کو اس قدر چاہتے ہیں تو پھر باقی سب سے ہمیں کیا لینا۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے....؟" فاریہ جھنجلائی۔

"مسئلہ میرا نہیں سکندر کی سوچ کا ہے۔ اب وہ خود کو دوسرے انداز سے دیکھنے لگا ہے۔ سب سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں مگر وہ تو جیسے اجنبیت کے خول میں سمٹ کے رہ گیا ہے۔ نہ جانے یہ ایک مہینہ اس نے اس گھر میں گزار کیسے لیا؟" وہ بہت آزردگی سے کہہ رہی تھی۔

"کیا مطلب....؟" فاریہ حیران ہوئی۔

"وہ بزنس سنبھالنے پر تیار نہیں۔ اس نے تایا جان سے کہہ دیا ہے کہ آپ کے بڑے بیٹے نے بزنس سنبھال رکھا ہے پھر اس کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔"

"اوہ گاڈ۔" فاریہ نے سر دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ پھر رامین کی طرف دیکھنے لگی۔ "یہ تو واقعی آدمی کو ختم کر دینے والی بات ہے۔"

"بتاؤ میں کیا کروں۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"پھر بھی رومی انہیں بھی حوصلے اور سمجھداری سے کام لینا چاہیے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ وہ کتنے سارے رشتوں میں منسلک ہیں اور رشتے یوں نہیں توڑے جاتے۔" فاریہ نے سنجیدگی سے کہا پھر یاد آنے پر پوچھنے لگی۔ "تم نے بات کی سکندر بھائی سے؟"

"میں....." وہ اٹکی۔ "نہیں میں نے تو کوئی بات نہیں کی اس سے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ فاریہ نے گہری سانس لی۔ پھر اسے ڈپٹا۔

"بے وقوف، سب سے بڑی غلطی یہی ہے تمہاری۔"

"میری کیوں....؟ وہ خود ہی اتنا روڈ اور ریش ہو رہا ہے۔ پرسوں صبا پر چیخ پڑا صرف اس بات پر کہ وہ جذباتی لڑکی کسی بات پر رو پڑی تھی۔ بعد میں البتہ اس سے سوری کہہ دیا۔" رامین نے وضاحت کی۔

"یہی بات تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی ہوں۔ کیوں تم لوگ اسے احساس دلانے لگے ہو کہ اب وہ پہلے والا سکندر نہیں رہا۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اب اسے بھی حد سے زیادہ توجہ دینے کی کوشش کرتے ہوں گے۔" وہ بات نامکمل چھوڑ کر سوالیہ انداز میں رامین کو دیکھنے لگی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہی تو غلطی کر رہے ہو تم لوگ خود اسے احساس دلا رہے ہو کہ وہ اس حقیقت کے کھلنے کے بعد پہلے والا سکندر نہیں رہا۔" فاریہ نے نکتہ نکالا۔

"لیکن کسی نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کہی اس سے۔" وہ الجھی۔

"رویہ، سب کچھ ظاہر کر دیتا ہے۔" فاریہ نے وثوق سے کہا۔

"اوہ...." گہری سانس رامین کے ہونٹوں سے آزاد ہوئی تھی۔ "یہ تو کبھی کسی نے سوچا ہی نہیں۔ البتہ تایا جان کا رویہ اب بھی بالکل پہلے جیسا ہی ہے۔ انہوں نے بالکل پہلے کی طرح سکندر کو جھاڑ پلائی تھی اور کسی فضول بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔" اس نے فاریہ کو بتایا۔

"حالات کا تقاضا ہی یہ ہے پاگل لڑکی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ رامین نے تھکے ہوئے انداز میں گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹیک کر بازو لپیٹے۔

"اور تم ذرا دھیان سے رہو۔ عقل سے کام لو اگر موجود ہے تو۔" فاریہ نے اسے چڑایا۔ پھر سنجیدگی سے اسے مشورہ دینے لگی۔ "اور یوں ایک دوسرے سے کترانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ رویہ ہی سکندر بھائی کو ہچکچاہٹ میں مبتلا کر رہا ہو اس لیے مائی ڈیئر ذرا عقل استعمال کرو، کیونکہ ہر رشتہ اب سوتیلا ہو سکتا ہے مگر تمہارا رشتہ نہیں۔"

وہ سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ فاریہ کو روک بھی نہیں پائی۔

وہ کچن میں داخل ہوئی تو سکندر کو چولہے کے پاس مصروف عمل دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پہلے اسے مخاطب کرنے کا سوچا مگر ہمت نہیں ہوئی تو آگے بڑھ کے فریج

کھول کر ویسے ہی چیزیں چیک کرنے لگی۔ کھٹ پٹ کی آواز پر سکندر نے چہرہ موڑ کر دیکھا پھر فوراً ہی گھما لیا۔ وہ فریج بند کر کے پلٹی۔ اس کا خیال تھا شاید سکندر اسے خود مخاطب کرے گا مگر ادھر ایسے قطعی امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔ وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ مسلتی چند ثانیوں تک ہمت مجتمع کرتی رہی۔ وہ ابلتے ہوئے پانی میں پتی ڈال رہا تھا۔

"میں... چائے بنا دیتی ہوں۔" کس قدر جھجک کر اس نے کہا تھا جواباً سکندر کا لہجہ بھی اسی قدر پرتکلف اور سپاٹ تھا۔

"نو تھینکس..."

رامین کو تو رونا آنے لگا کتنا اجنبی لگ رہا تھا وہ اس سے۔

"سکندر! تم مجھ سے کیوں خفا ہو؟" وہ گلوگیر لہجے میں شکوہ سموئے اسے اس کی بے اعتنائی کا احساس دلا رہی تھی۔

"میں کسی سے بھی خفا نہیں۔ حالات مجھ سے خفا ہیں۔" وہ سابقہ لب و لہجے میں بولا تھا۔ وہ تڑپ کر اس کے سامنے آ گئی۔

"اس سارے معاملے میں میرا کیا قصور ہے سکندر؟" وہ چائے بنانا چھوڑ کر برنر آف کر کے پلٹا اور اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"میں نے کب کہا کہ تم قصوروار ہو؟"

"تم نہ بھی کہو سکندر مگر تمہارا ہر انداز یہ کہتا ہے۔" وہ ایک دم سے رو پڑی۔ سکندر کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی اتر رہی تھی۔

"ایک ماہ سے تم نے مجھے سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ خود تو تباہ ہو ہی رہے ہو ساتھ مجھے بھی گھسیٹ رہے ہو۔" وہ اسے الزام دے رہی تھی۔ اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

"تو کون کہہ رہا ہے کہ ان تباہیوں میں میری ساتھی بنو۔ فیصلہ بہت آسان ہو گیا ہے تمہارے لیے۔ اب تو میں تمہارے تایا جان کا بیٹا نہیں ہوں۔" وہ بہت سفاکی سے اس کے کہے الفاظ دہرا رہا تھا۔ غصے کی شدت اور لہجے کی تیزی رامین کو خائف کر گئی۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔ اس نے بمشکل نفی میں سر ہلایا۔

"خدا گواہ ہے سکندر، وہ سب باتیں بکواس تھیں، فضول تھیں۔ وہ تو بس ایسے ہی تم مجھے تنگ کرتے تھے تو میں نے مذاق یا غصے میں کہہ دیا۔ ورنہ مجھے پتا تو تھا کہ تم تایا جان کے بیٹے ہو۔" اس نے بعجلت صفائی پیش کی تھی۔ سکندر کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بازو سینے پر لپیٹے۔

"اب تو وہ غلط فہمی دور ہو گئی ہے نا؟" وہ بدستور اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ وہ جو بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پھٹ پڑی۔

"تو کیا کروں اب میں؟ بتاؤ مجھے کیا کروں۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھ سے نکاح کرو۔ کیا میں لائی تھی تمہیں اس راہ پر لائے تو تم خود تھے مجھے سکندر اور اب اس موڑ پر لا کر مجھے لوٹ جانے کو کہہ رہے ہو جہاں سے واپسی کا راستہ بھی مجھے یاد نہیں۔"

"پلیز رامین، زندگی محض ڈائی لاگز کے سہارے نہیں گزرتی کل اور آج میں بہت فرق ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"فرق ہو گا تمہارے لیے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دو دن میں نے تم سے بات نہیں کی تو صرف اس لیے کہ تم خود اپنے آپ کو ہمارے لیے اجنبی بنا رہے ہو اور اسی بات کو لے کر تم خوامخواہ کا ایشو بنا رہے ہو۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں ہے۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ تمہارا مجھ سے دل اکتا گیا ہے۔ میں اچھی نہیں لگتی تمہیں۔" وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھی۔ سکندر نے لب بھینچے۔

"تم خود کو ہم سب سے دور کر رہے ہو حالانکہ تم اب جان چکے ہو کہ تم لاوارث نہیں ہو۔ کہیں نہ کہیں تمہارے ماں باپ ضرور موجود ہیں۔ یعنی تمہاری کوئی نہ کوئی شناخت ضرور ہے پھر کیوں سیریس ہو رہے ہو؟ اور تم تو کہتے تھے کہ میرے بغیر تم کچھ بھی نہیں اور یوں مت کرو سکندر..."

"آج سب کچھ بدل گیا ہے رامین۔۔۔ یہ اس وقت کا فیصلہ ہے جب میں "بہت کچھ" تھا اب تو "کچھ بھی" نہیں ہوں۔"

وہ کہیں سے بھی پہلے والا سکندر نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب سے انداز میں بولا تو وہ ایک دم سے آگے بڑھی اور اس کے شانے سے پیشانی ٹیک کر سسک اٹھی۔

"میں نے کبھی تمہیں کسی ناتے سے نہیں جانا سکندر۔ میرے لیے تم بس "تم" ہو میری مرضی میری پسند بھی کچھ تم ہو سکندر بھی کچھ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اتنی آسانی سے پلٹ جاؤں گی رشتے پانی کے بلبلے نہیں ہوتے سکندر جو اتنی آسانی سے ختم ہو جائیں۔"

وہ بھرائے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی اور سکندر اپنا ضبط آزما رہا تھا۔ اس کا لمس پہلے والے سکندر بخت کو جگانے کی سعی کر رہا تھا جو اسے سامنے پاتے ہی شوخی و شرارت پر آمادہ ہونے لگتا تھا۔ وہ دل و دماغ کے خلاف بر سر پیکار تھا تبھی وہ چہرہ اس کی طرف اٹھا کر بڑی لجاجت بھری معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"ماں، باپ اور بھائی بہنوں کی بات دوسری ہے سکندر، میں تو تمہاری سگی بیوی ہوں نا، رشتوں کے بدلنے سے بیوی سوتیلی تو نہیں ہوتی نا؟" وہ اس کی ہر حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے قبول کر رہی تھی۔ اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ چند ثانیوں تک وہ اس کی سوجی آنکھوں سے برستی برسات دیکھے گیا۔ آدم کا دل تھا کیوں نہ پگھلتا، اتنے دنوں میں پہلی بار سکندر کے لبوں پر مخصوص مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔" وہ اس کے شانوں کو تھام کر اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے قدرے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ "مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے ساتھ تم ہو گی۔"

وہ بہت نرمی سے اس کی پیشانی چھو کر باہر نکل گیا اور وہ جہاں کی تہاں کھڑی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بے ساختہ ہنس دی۔

وہ اب چاہے وہی رہتا یا کچھ اور بن جاتا۔ اسے یقین بخش گیا تھا کہ وہ اسے سدا اپنی رفاقتوں میں رکھے گا۔

"خدا کا شکر ہے کہ سکندر بھائی بھی راہ راست پر آ گئے۔" فاریہ نے تمام بات سن کر طمانیت بھری سانس لی تھی۔ رامین کافی دنوں کے بعد اس کی طرف آئی تھی اور اب اسے سب تفصیل بتا رہی تھی۔

"بالکل پہلے جیسا تو نہیں کہہ سکتے مگر پھر بھی اب وہ ٹھیک ہو گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عادل بھائی کے ساتھ آفس جانے لگا ہے۔"

رامین کے انداز میں طمانیت تھی۔ سائرہ چائے اور لوازمات لے کر اندر آئیں تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔" سائرہ نے بہت محبت سے جواب دیتے ہوئے اسے ساتھ لگایا تھا۔ جب رامین آئی تب وہ مارکیٹ تک گئی ہوئی تھیں۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟" وہ ان کے لیے چائے بنانے لگیں۔

"بالکل ٹھیک ہیں" وہ مسکرائی۔

"اور سکندر کیسا ہے؟ سچ مجھے تو بہت افسوس ہوا اس کے ہرٹ ہونے پر۔ اتنا پیارا بچہ ہے۔" وہ تاسف آمیز انداز میں بولیں۔

"بس آنٹی۔۔۔ دعا کریں کہ سب ٹھیک ہو جائے۔" رامین دھیمے لہجے میں بولی۔

"تو جن لوگوں سے یا ادارے سے سکندر کو اڈاپٹ کیا تھا ان سے تم لوگ کیوں نہیں پتا لگواتے؟" انہوں نے چائے کا کپ رامین کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"اگر کسی ادارے سے اڈاپٹ کیا ہوتا تو پرابلم والی بات ہی کوئی نہیں تھی۔ اصل میں سکندر کے والدین کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔ وہ تائی اماں اور تایا جان کو حضرت علی ہجویری کے دربار سے ملا تھا۔ عرس کی بھیڑ بھاڑ میں شاید وہ اپنے والدین سے الگ ہو گیا تھا اور عمر بھی فقط تین یا ساڑھے تین سال تک تھی ورنہ شاید اس کے متعلق پتا چل ہی جاتا۔ اس وقت وہ اس قدر

خوف زدہ اور سہا ہوا تھا کہ کچھ بتا ہی نہیں پایا۔" رامین نے تائی اماں سے سنی مختصر سی تفصیل انہیں بتادی۔

فاریہ نے ششدر ہو کر بت کی مانند بیٹھی سائرہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے رامین کو دیکھ رہی تھی۔ فاریہ کے اندر تیزی سے ہلچل سی مچ گئی۔ وہ سرعت اٹھی اور سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے ایک البم نکال کر اس کے سامنے کر کے کھول دی۔ رامین نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ... یہ دیکھو رامین... یہ تصویریں...." فاریہ بہت بے صبرے انداز میں تصویروں پر ہاتھ رکھے اسے متوجہ کر رہی تھی۔ رامین نے نہ سمجھنے والے انداز میں تصویروں پر نظر ڈالی تو چند لمحوں کو ششدر رہ گئی۔

"یہ... یہ تو...." وہ تحیر بھرے انداز میں زور سے بولی اس سے پہلے کہ فاریہ کچھ کہتی یا رامین مزید کچھ پوچھتی سائرہ بے جان انداز میں ایک طرف ڈھلک گئیں۔ وہ دونوں متوحش و ہراساں سی ان کی طرف بڑھیں۔

سب لاؤنج میں جمع تھے۔ سائرہ جانے کیسے خود پر قابو پائے ہوئے تھیں۔

"تایا جان! آنٹی کے پاس آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔" رامین کی آواز بھرائی ہوئی اور ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

"یہ دیکھیں بھائی صاحب۔" سائرہ نے بڑی بے تابی سے البم کھول کر ان کے سامنے رکھی۔ سب تجسس بھرے انداز میں البم پر جھکے تھے۔

"یہ... یہ میرا بچہ ہے میرا سعد" سائرہ یکلخت ہذیانی انداز میں چیخ اٹھیں۔ فاریہ نے فوراً آگے بڑھ کر انہیں سنبھالنے کی کوشش کی۔

سب یوں بیٹھے تھے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

سامنے البم میں سکندر کے بچپن کی تصویریں تھیں۔ سائرہ اور زمان ملک کے ساتھ۔ وہی نقوش، وہی چہرہ اور وہی آنکھیں جس کی وجہ سے رامین اکثر سائرہ کو دیکھ کر چونک جاتی تھی۔

تائی اماں نے بے یقینی کے عالم میں البم اٹھا کر دیکھی۔ پھر ہراساں ہو کر روتی ہوئی سائرہ کو دیکھنے لگیں۔

"یہ... یہ تو میرا سکندر ہے۔" آنسوؤں کا پھندا ان کے گلے میں اٹک گیا۔

"ہاں.... یہ آپ کے سکندر اور میرے سعد کی تصویریں ہیں۔" سائرہ کی آواز شدت جذبات سے اونچی ہو گئی۔

"معلوم نہیں کیسے میرا بچہ مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں تو اس کے لیے پانی کا گلاس بھرنے لگی تھی۔ اور پھر وہ مجھے ملا ہی نہیں میں کتنا بھاگی اپنے بچے کے لیے مگر کچھ پتا نہیں چلا۔ میرا سعد مجھے نہیں ملا۔ میں راتوں کو اٹھ کر اپنے بیٹے کو پانی پلانے کے لیے دوڑتی تھی مگر وہ پتا نہیں کہاں کھو جاتا تھا۔ آپ لوگ نہیں جانتے کہ میں نے اپنے بچے کے بغیر کتنے دکھ اٹھائے ہیں۔ فقط اس پاداش میں مجھ پر سوتن لائی گئی کہ میرا بچہ مجھ سے جدا ہو گیا تھا اور اس کے باپ کو اولاد نرینہ چاہیے تھی، اگر فاریہ نہ ہوتی تو اور اب تو اب تو جینے کی صورت نکل آئی ہے آپا یہ دیکھیں یہ آپ کا سکندر ہے یا میرا سعد؟"

وہ جذبات سے لبریز آنسوؤں سے بوجھل آواز میں پوچھ رہی تھیں۔

ہر ایک کے احساسات اس قدر عجیب ہو رہے تھے کہ حد نہیں اور سکندر کے قدم تو پہلی سیڑھی پر ٹھٹکے ہی رہ گئے۔ تایا جان نے کھنکار کر بات شروع کی۔

"دراصل، ہم لوگوں نے لاہور کے تھانوں میں رپورٹ درج کروائی تھی مگر کچھ خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوئی۔ ہم وہاں کے رہائشی تو تھے نہیں اور پھر ویسے بھی ان دنوں میں بزنس کے سلسلے میں جاپان جا رہا تھا۔ سکندر کی ذمہ داری ہم پر تھی اس لیے ہمیں اسے اپنا بیٹا بنا کر ساتھ لے جانا پڑا، ہم نے اپنی سی بہت کوشش کی تھی اگر آپ لاہور کی رہائشی ہوتیں تو شاید آپ کا بیٹا آپ کو بہت پہلے مل گیا ہوتا۔ اسلام آباد میں رہتے ہوئے بھی آپ اپنے بیٹے کو ترستی رہیں۔"

سائرہ، تائی اماں کو گمشدگی کے وقت سکندر کے جسم پر موجود کپڑوں کے رنگ بتا رہی تھیں۔ ان کی آواز و انداز سے محسوس کی جانے والی خوشی جھلک رہی تھی۔

سائرہ سے زیادہ یہ لمحات تائی اماں کے لیے کڑے تھے اور یہ بات سب جانتے تھے۔

"تھینک گاڈ' اس کی شناخت سلامت ہے۔" عادل بھائی نے دل میں اٹھتی ٹیس کو بے پروائی سے دبایا تھا۔

سکندر نے غائب دماغی کے عالم میں سیڑھیاں طے کی تھیں۔ سب یکبارگی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ سائرہ بے حد بے قراری سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ فاریہ نے اک نئے مگر خوشگوار سے حصار میں گھر کر سکندر کو دیکھا تھا۔ سب کی آنکھوں میں آنسوؤں کے الگ الگ احساسات تھے مگر خوشی اور تشکر کے جذبات ان سب احساسات پر بھاری تھے۔

چچا جان البم لیے سکندر کی طرف بڑھے۔

"یہ دیکھو سکندر تمہاری تصویریں، تمہارے والدین کے ساتھ۔" وہ بہت عام سے انداز میں ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ جواباً وہ ان سے لپٹ گیا۔

"چچا جان۔" وہ سسک اٹھا۔

"بی بریو... یار..." انہوں نے سکندر کی پشت تھپکی تھی۔

سکندر نے ایک نظر البم کے صفحات پر ڈالی۔ سائرہ اور زمان ملک کی گود میں ہر تصویر میں وہ نمایاں تھا۔

اس نے سائرہ کی طرف دیکھا بہت زیادہ فرق تو نہیں تھا اس البم والی عورت اور اس عورت میں، سائرہ زور زور سے رونے لگیں۔

"ہاں بیٹے، میں ہی ہوں وہ بدنصیب، جس کی تیرہ بختی آج ختم ہوئی ہے۔"

وہ روتی ہوئی سکندر کی طرف بڑھیں تو اس کی بانہیں خود بخود وا ہو گئیں۔ آج تک وہ جن کا تھا۔ ان سے دور ہوا جا رہا تھا۔ اس نے فاریہ کو خود سے لپٹا کر اس کی پیشانی چومی تو صبا ایک دم سے رونے لگی۔ سکندر نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اسے دوسرے بازو کے حصار میں لے لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

"پاگل ہو تم صبا، رونا تو مجھے چاہیے کہ اب دو دو بہنیں میری شادی پر مجھ سے نیگ وصول کر کے مجھے کنگال کر دیں گی۔"

اس کی بات پر سب ہنسے تھے مگر دلوں پر دھرا بوجھ چند نفوس کا درد بڑھا رہا تھا۔ سکندر آگے بڑھ کے تائی اماں کے آگے جھکا تو انہوں نے نم آنکھوں سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"میں اس گھر کا بیٹا ہوں۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں میرا آپ لوگوں سے ناتا ختم نہیں ہوگا۔ میں بہت خوش نصیب ہوں جس کو اتنے محبت کرنے والے والدین ملے ہیں۔ دوریاں محبتوں کو بڑھا دیتی ہیں اور پھر میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر تو نہیں جا رہا۔ مجھ پر اب ایک اور بہن کی ذمہ داری ہے۔ اس کا فرض ادا ہو جائے اس کے بعد میں پھر آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔ اپنی ماں کے ساتھ۔"

وہ بھیگے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا مگر تائی اماں اور تایا ابا سمیت کوئی بھی اس کی باتوں سے متاثر نہیں ہوا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں جانے کی۔ اگر وہ تمہاری بہن ہے تو اس لحاظ سے ہماری بیٹی ہے۔ اس کی ڈولی اسی گھر سے اٹھنی چاہیے۔"

"بھائی پلیز..." صبا نے ملتجیانہ انداز میں اسے دیکھا۔

"سکندر! وہاں رہو یا یہاں بات تو ایک ہی ہے نا، پھر یہاں کیوں نہیں؟" عادل بھائی سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

"تمہاری ماں اور بہن سے ہمارا ابھی تو رشتہ بنا ہے پھر ان کے یہاں رہنے میں کیسی دشواری بیٹا۔" چچی جان نے بے حد پیار سے کہا تو سب کی محبتوں سے بے بس ہو کر وہ سائرہ کی طرف دیکھنے لگا تو انہوں نے مسکرا

کمرے سے رونے لگی۔
دیکھتے ہوئے اسے
۔اس کے ہونٹوں پر

چاہیے کہ اب دو دو
وصول کر کے مجھے

گردنوں پر دھرا بوجھ
آگے بڑھ کے تائی
آنکھوں سے اس کی

ت چاہے جیسے بھی
ہو گا۔ میں بہت
ت کرنے والے
ادیتی ہیں اور پھر
ارہا۔ مجھ پر اب
س کا فرض ادا
لوگوں کے پاس

اگر تائی اماں اور
سے متاثر نہیں

انے کی۔ اگر وہ
تی ہے۔ اس کی

انداز میں اسے

ایک ہی ہے نا'
بیدگی سے کہہ

بھی تو رشتہ بنتا
اری بیٹا۔" چچی
نکھوں سے بے
نوں نے مسکرا

کر اثبات میں سر ہلا دیا۔
فاریہ' صبا اور بھابی' رامین کے کمرے میں تھیں۔
"ہاں تو بھابی جان' اب ہمارے گھر آنے کا پروگرام کب تک کا ہے؟" فاریہ رامین کو چھیڑ رہی تھی' وہ شرمائی۔
"بدتمیز۔۔۔ اب زیادہ اتراؤ مت۔"
"ہائے۔۔۔ رامین تم بھی چلی جاؤ گی۔" صبا روہانسی ہونے لگی تو بھابی نے اس کا سر تھپکا۔
"فاصلے رشتوں کو ختم نہیں کرتے میری جان۔"
سکندر باہر لان میں اجلال کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔
"واقعی یار دنیا ایک گورکھ دھندہ ہے۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ کس کو معلوم تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" اجلال قدرت کی اس کرشمہ سازی پر بہت متاثر کن انداز میں کہہ رہا تھا۔
"ہاں۔۔۔" سکندر بے ساختہ ہنس دیا۔ "کسے پتا تھا کہ یہ معقول سا آدمی واقعی ایک دن تمہارا سالا بن جائے گا۔"
اس نے اجلال کو پرانی بات یاد دلائی تو دونوں کا قہقہہ لان میں گونج اٹھا۔

✹ ------ ✹ ------ ✹

"معاف کر دو مجھے سائرہ' مگر چلو اور سعد کہاں ہے۔ میری بیٹی کہاں ہے؟"
وہ بہت دلگرفتہ اور ٹوٹے ہوئے لگ رہے تھے۔ پہلے والا غرور اور اکڑ کہیں سے بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ سائرہ کا دل اندر ہی اندر رونے لگا۔ تبھی سکندر اندر داخل ہوا تھا۔
"جی فرمایئے۔۔۔ میں ہوں سعد۔"
زمان ملک کے لیے گویا یہ ایک دھماکا تھا۔ انہوں نے لڑکھڑا کر صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھا تھا۔
"یہ۔۔۔ یہ سائرہ۔ سعد ہی ہے نا؟" وہ بے یقینی کے عالم میں پوچھ رہے تھے۔ سائرہ کا سر آپوں آپ بلند ہو گیا۔
"ہاں' یہ میرا بیٹا ہے۔" سائرہ نے "میرا بیٹا" پر زور دیا تھا۔ زمان ملک بے قرار ہو اٹھے۔

گل افشاں محمد ارشاد کے نام
ڈیئر گل افشاں آداب!
امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے ہم سب خیریت سے ہیں صورت احوال یہ ہے کہ کافی عرصے سے آپ کا کوئی لیٹر نہیں آیا ہے ناراضگی ہے پلیز جلدی سے لیٹر لکھو میں انتظار کر رہی ہوں میری طرف سے تمہیں گل عاصمہ' پروین' کریم' نرگس سرور مقدس سرور نجمہ سحر انکل آنٹی ذیشان سمیرا کبریٰ سب کو بہت بہت سلام جلدی سے آپ سب آنچل میں شرکت کریں آپ کے بغیر آنچل سونا سونا لگتا ہے جلدی سے اپنی تحریریں ارسال کرو۔ فقط آپ کی بہن
مسز شازیہ نذیر احمد۔ چوکی

"سعد۔۔۔ میرا بیٹا۔ کہاں چلے گئے تھے تم؟"
"اسٹاپ پلیز۔۔۔" سکندر بہت ناگواری سے پیچھے ہٹا تھا۔ زمان ملک وہیں ساکت ہو گئے۔
"میں آپ کے منہ سے بیٹا کہلوانا نہیں چاہتا میں مر کر بھی وہ سب باتیں نہیں بھول سکتا جو آپ

میری بہن اور میرے متعلق کیں اور آپ نے جو تکلیفیں میری ماں کو دی ہیں اس کا ازالہ تو آپ سات زندگیاں گزار کر بھی نہیں کر سکتے اور رہ گیا بیٹا... تو شاید آپ بھول رہے ہیں کہ آپ نے میری گمشدگی کو ایشو بنا کر آج سے بہت سال پہلے اپنی پسند کی عورت سے شادی کر لی تھی اور اب آل ریڈی آپ ایک عدد بیٹے اور ایک عدد "ہونہار" بیٹی کے والد ہیں۔"

وہ سپاٹ و بے گانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ سائرہ کے آنسو ان کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔ زمان ملک نے ایک مزید کوشش کی۔

"مگر... سعد تم میرے بیٹے ہو۔ یہ رشتہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟"

"آپ کی بیوی اور بیٹی میری اطلاع کے مطابق بہت "عزت واحترام" سے آپ کے پاس آچکی ہیں۔ اس صورت میں آپ کو ہماری ضرورت نہیں رہ جاتی دوسری بات یہ کہ میرا اور آپ کا رشتہ بھی ویسے ہی ٹوٹ سکتا ہے جیسے میری ماں اور میری بہن سے ٹوٹ گیا تھا اور آپ کی انفارمیشن میں اضافے کے لیے بتادوں کہ آپ کی وہ بیٹی جس کو آپ نے نہایت "عزت" دیتے ہوئے گھر سے نکال دیا تھا۔ اب وہ بیاہ کر اپنی سسرال جاچکی ہے اور آپ کے بغیر وہ بہت خوش ہے۔ لہٰذا اب آپ اپنے کنبے میں واپس چلے جائیں تو آپ کے لیے بہت بہتر ہوگا کیونکہ آپ کے الفاظ اور آپ کا گھٹیا عمل میں ساری عمر نہیں بھلا سکتا جس باپ نے مجھے پالا ہے آپ ان کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتے زمان ملک صاحب میری ماں اور میری بہن کو دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنے والا کبھی میرے لیے قابل احترام نہیں ہو سکتا۔ یہ بات اپنی باقی کی تمام زندگی میں یاد رکھنا اور آپ کو کبھی سکون اور چین نصیب نہیں ہوگا یہ سوچ کر کہ آپ نے کبھی ایک بہن اور بھائی پر کس قدر گھٹیا الزام عاید کیے تھے جو کہ آپ کی اپنی اولاد تھے۔"

سکندر کا انداز اس قدر سرد و سپاٹ اور قطعی تھا کہ زمان ملک خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ احساس زیاں کا احساس واپسی پر ان کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے ہو رہا تھا۔

سکندر نے سائرہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"یہ آخری آنسو تھے امی جس ماں کا جوان اور وہ بھی مجھ سا بیٹا ہو وہ روتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے سنجیدہ ہو گیا۔ "آپ اگر چاہیں تو اس شخص کو آواز دے سکتی ہیں مگر امی میں اتنا وسیع القلب نہیں ہوں۔"

وہ روتی آنکھوں سنگ ہنس دیں۔

"مجھے اب کسی سہارے کی ضرورت نہیں رہی۔ میرے خدا نے اب میرا ہاتھ تھام لیا ہے۔ سعدی... اس نے میرا شیر جیسا بیٹا مجھے لوٹا دیا ہے۔ خدا لمبی عمر اور ڈھیروں خوشیاں دے ان نیک دل اور نیک اطوار لوگوں کو جنھوں نے میری امانت کو اپنے جگر کا ٹکڑا بنا کر رکھا اور پھر اس قدر وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا کہ گویا اپنا دل نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں شکر گزار ہوں اپنے رب کی جس کی بندی ہونے کا حق میں نے کبھی ادا نہیں کیا مگر آج اسی کی بدولت میرے پیروں تلے زمین اور سر پر آسمان کی چادر تنی ہے۔" سائرہ کا لہجہ تشکر سے بھیگا ہوا اور عاجزی سے بھرپور تھا۔ سکندر کے ہونٹوں پر بھی طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

"رامین کہاں ہے؟" سائرہ نے پوچھا تو وہ ہنسا۔

"آپ کی بہو صاحبہ کچن میں کچھ "جلانے" کی مشق فرما رہی ہیں۔"

ابھی وہ کچھ اور موشگافیاں کرتا کہ کچن میں سے رامین کی بلند بانگ چیخ سنائی دی۔ وہ بہ سرعت کچن کی طرف بھاگا تھا۔ سائرہ اس کے پیچھے لپکیں۔ وہ زرد رنگت لیے کانپ رہی تھی۔ سکندر نے اسے شانوں سے تھاما۔

"کیا ہوا...؟" اس نے پر تشویش انداز میں پوچھا۔

"وہ، وہ چھپکلی۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔ سکندر ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔ پھر سائرہ کی طرف مڑا۔

"دیکھ لیں آپ محترمہ رامین خاتون کی حرکتیں، ذرا سی چھپکلی کو دیکھ کر صور اسرافیل پھونک دیتی ہیں تو

ہاتھی یا شیر دیکھ کر تو محترمہ رامین خاتون کا دم ہی نکل جائے گا۔"

"سکندر۔" ہمیشہ کی طرح اس کے دیے گئے القاب رامین کو زیادہ پیچ و تاب دلا گئے۔ سائرہ نے ہنس کر رامین کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ تو وہ بھی ہنس دی۔

آج سبھی فلیٹ پر جمع تھے۔ رامین اور فاریہ خواتین کے نرغے میں تھیں۔

"یہ بھی کوئی زندگی ہے؟" سکندر نے گہری سانس لے کر اجلال کی طرف دیکھا تھا۔

"نری شرمندگی ہے۔" وہ بھی اس کا استاد تھا۔ مصنوعی حسرت بھری نگاہوں سے فاریہ کا جگمگاتا چہرہ نظروں کی گرفت میں لے کر بولا۔

"یہ تم لوگ کیا پلاننگ کر رہے ہو....؟"

بھابی کافی دیر سے ان کی بے تابی دیکھ رہی تھیں انجان بنے سے بولیں۔

"لاحول پڑھ رہے ہیں شاید آپ لوگ غائب ہو جائیں۔"

سکندر کے پراطمینان جواب پر قہقہے پڑے تھے۔

"یہ ابھی بھی انسان نہیں بنا رامین؟"

بھابی نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رامین سے پوچھا۔ گویا سکندر کے جملے کا بدلہ چکایا۔

"یہی ہوتا ہے میرے یار.... یہی ہوتا ہے جب لڑکی کے میکے والے تگڑے ہوں دوسرا یہ کہ سامنے ہوں تو پھر ہم جیسے شوہروں کی دال نہیں گلتی۔" اجلال نے بڑے ہمدردانہ انداز میں سکندر کا شانہ تھپتھپا کر گویا اسے تسلی دی تو سبھی ہنس دیے۔

"چلو بھئی.... بہت ہنسی مذاق ہو گیا۔ گھر چلیں، بہت سخت بھوک لگ رہی ہے۔" تایا جان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سکندر نے سنجیدہ ہو کر ماں کی طرف دیکھا۔

"اب تو ہم میں دوسراہٹ نہیں رہی سائرہ اگر تم نے سکندر کو جنم دیا ہے تو میں نے پالا ہے اسے اور پھر میرے گھر کی رونق تو ہے ہی اسی کے دم سے۔ انکار مت کرنا۔"

تائی اماں کے لہجے میں آس تھی امید تھی۔ ان کے توسط سے خدا نے سائرہ کی خالی جھولی بھر دی تھی پھر وہ انہیں کیونکر مایوس اور خالی لوٹاتیں۔

"سکندر آج بھی آپ ہی کا بیٹا ہے آپا' یہ ہم دونوں کا سکندر ہے۔" وہ بہت سکون بھرے انداز میں بولیں تو سکندر نے ایک بازو کے حصار میں تائی اماں اور دوسرے میں سائرہ کو لے لیا۔

"شکر ہے' ورنہ میں تو سوچ رہی تھی کہ ابھی ڈوئل لڑا جائے گا۔ سکندر کے لیے۔" رامین کی سرگوشی سکندر کی تیز سماعت سے محفوظ نہیں رہ سکی تھی۔

"محترمہ رامین خاتون اگر آپ کو سجھائی کم دیتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ آپ کچھ "سوجھنے" کی کوشش ہی نہ کیا کریں۔"

وہ ہمیشہ کی طرح اسے چڑانے والے تیر بہدف نسخے کا استعمال کرتے ہوئے بولا تو وہ چلا اٹھی۔

"سکندر...."

"مت پکارو ایسے.... یوں تو کبھی سکندر کو پورس نے پکارا تھا۔"

وہ بڑے اسٹائل سے بولا تو سب کے ساتھ ساتھ رامین بھی ہنس دی وہ گنگنایا۔ "وہ سکندر ہی دوستو کہلاتا ہے ہاری بازی کو جیتنا جسے آتا ہے۔"

رامین' فاریہ' صبا' بھابی' عادل بھائی اور اجلال بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ سائرہ کا دل محو مناجات تھا۔ ان پر واضح ہو چکا تھا کہ خدا کے ہر کام میں مصلحت چھپی ہوتی ہے۔ انہوں نے برسوں خدا سے کوئی دعا نہیں مانگی تھی اور اب بن مانگے ہی گویا دو جہاں کی دولت ان کی جھولی میں ڈال دی۔ ان کا دل مسلسل خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ جو وحدہ لاشریک ہے۔ بے نیاز ہے مگر اپنے بندوں سے بے خبر نہیں۔ خوشیوں بھرا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔